در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

رجسٹرڈ نمبر
پی ۳۶۹
پندرہ روزہ

الحسن پشاور

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۴۶-۱۴۷
جلد نمبر ۱۳

۱۶ نومبر تا ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۹۸ء بمطابق رجب/شعبان ۱۴۱۹ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت شریف	پروفیسر منظور علی شیخ	۳
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۴
۴	انوارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیر اعلیٰ	۹
۵	غزل	پروفیسر مرتضےٰ سید	۱۳
۶	استفتاء (ندا یا رسول اللہ)	مفتی خلیل الرحمٰن قادری	۱۴
۷	شہہِ لولاک	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۲۶
۸	قرآن اور علوم خمسہ	عنبرین اکرام	۳۵
۹	مزارِ صحابی سرکار، غسل کی تقریب	سید محمد انور شاہ قادری	۴۱
۱۰	منقبت بحضور صحابی سرکار	آفاق ظفر کیفی	۵۱
۱۱	دورِ حاضر میں اجتہاد	حافظ نور حکیم	۵۳
۱۲	شیخ محمد دلاور خان بیدل	علاء الدین عدیم	۶۰

شذرہ

پشاور شہر کے مسائل اور ترقی کے منصوبے

اقبال ریاض

حکومتی ذرائع کے مطابق پشاور شہر کو خوبصورت بنانے اور ترقی دینے کے لئے عنقریب اقدامات شروع کر دیئے جائیں گے جبکہ وزیرِ اعظم محمد نواز شریف کی طرف سے اس سلسلے میں پچھلے دنوں پچاس کروڑ روپے کی امداد کا اعلان کیا گیا ہے۔

پشاور شہر ایک تاریخی شہر ہے اور صوبہ سرحد کا دارالحکومت ہونے کے باوجود بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ صفائی اور پانی کی نکاسی کے اہم ترین مسئلے کے علاوہ سڑکوں کی ٹوٹ پھوٹ، نالیوں کی خرابی، جا بجا کھلے مین ہول، بجلی کی لٹکتی ہوئی ننگی تاریں، ریڑھیوں کی بھرمار جو گلیوں میں بھی ٹوٹی پھوٹی کھڑی نظر آتی ہیں، ٹریفک اور صفائی میں رکاوٹ کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ فٹ پاتھ جو پیدل چلنے والے عوام کے لئے بنائے گئے ہیں متعدد مقامات پر ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں اور ان پر مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی دکانیں سجی نظر آتی ہیں۔ اور ہیڈ پلوں پر گداگروں نے ڈیرے جما رکھے ہیں جن کیلئے کوئی دارالکفالہ یا دارالمساکین قائم نہیں کیا جا رہا۔ بارونق بازاروں اور گلی کوچوں میں اکثر نالیاں غلاظت سے بھری ہوئی ہیں۔ بعض بڑی نالیوں میں پلاسٹک کے ڈھیروں لفافے پڑے نظر آتے ہیں جن پر کیڑے کلبلا رہے ہوتے ہیں۔

گذشتہ کئی برسوں سے اگرچہ بلدیہ پشاور کی طرف سے مختلف اوقات میں ہفتۂ صفائی منایا جاتا رہا ہے لیکن عملی طور پر اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ بلدیہ میں عملۂ صفائی کی تعداد ضرورت سے زیادہ بتائی جاتی ہے لیکن مبینہ طور پر اپنے فرائض کو صحیح طور پر انجام نہیں دیتے بلکہ ان کی حاضریاں بھی مکمل نہیں ہوتیں۔ ایک اطلاع کے مطابق بلدیہ کے اعلیٰ حکام نے اس سلسلے میں غفلت کے مرتکب متعدد اہلکاروں کے خلاف کاروائی بھی کی ہے تاہم متعلقہ مسائل کی جانب زیادہ توجہ دینے اور مثبت اقدامات کی ضرورت ہے۔ وزیرِ اعظم کی طرف سے خطیر رقم صوبائی حکومت کو دی گئی ہے۔ پشاور شہر کی ترقی اور خوبصورتی کے لئے اس طریقے سے خرچ کیا جانا چاہیئے کہ ترقی اور خوبصورتی نظر آئے اور اس تاریخی شہر کے عوام کو سہولتیں بھی میسر آئیں۔

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

پروفیسر شیخ منظور علی

دو عالم ہیں منور آپ کے نورِ نبوت سے
دلوں کو ہے سکوں بس آپ ہی کے حُسنِ رحمت سے
فضائل آپ کے اتنے حسیں اور خوبصورت ہیں
کہا خلقِ عظیم، اللہ نے کتنی محبت سے
ملا بے مثل رتبہ آپ کو سارے رسولوں میں
رفعنا کی سند جب مل گئی دربارِ قدرت سے
تھا کفر و شرک کا غلبہ جہاں میں آپ سے پہلے
ملی ہے نوعِ انساں کو ہدایت پاک سیرت سے
سوئے دوزخ رواں تھا قافلہ سب اہلِ ظلمت کا
مُڑا جنت کی جانب اس کا رُخ قرآن و سُنت سے
اُٹھائے رنج انسان کے لئے، انسان کے ہاتھوں
دُعائے خیر؛ پھر بھی ان کو دی اخلاص و شفقت سے
بتایا اصل مقصد زندگی کا نسلِ آدم کو
عبادت ربِّ واحد کی کرو عجز و خشیت سے
زمانہ اسوۂ احسن کی خوشبو سے مہک اٹھا
بنی تقدیرِ انسانی محمد کی قیادت سے
عطا منظور کو ہوں نعمتیں دنیا و عقبیٰ کی
ملے جنت اسے بھی آپ کے حُسنِ شفاعت سے

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ
(۱۵۸) اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا
بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (۱۵۹)
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَا
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۶۰) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۶۱)
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۱۶۲)
وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (۱۶۳)

ترجمہ: بے شک صفا کی (پہاڑی) اور مروہ کی (پہاڑی) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں اور جو شخص حج بیت اللہ کرنے یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے پس اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ شاکر علیم ہے (۱۵۸) بے شک وہ لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہم نے روشن دلائل اور ہدایت سے اُتاری ہے بعد اس کے کہ ہم نے اس کو کتاب میں لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔ یہ لوگ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دُور فرما دیا ہے اور پھٹکار کرنے والوں نے بھی ان پر پھٹکار کی ہے (۱۵۹) مگر ہاں وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور واضح کر دیا (اس کو جسے انہوں نے چھپایا تھا) پس یہ وہی لوگ ہیں جن پر میں رحمت کے ساتھ رجوع کرتا ہوں اور میں بہت ہی رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا رحیم ہوں (۱۶۰) بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار

کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر ہی تھے، یہ لوگ وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہے (۱۶۱) ہمیشہ اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے (۱۶۲) اور (یاد رکھو) تمہارا معبودِ برحق وہی معبودِ برحق ہے جو یکا و تنہا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہی جو رحمان ہے رحیم ہے (۱۶۳)

حلِ لغت: صَفَاءِ وَالْمَرْوَةَ: صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کا نام ہے جو کہ کعبۃ اللہ کے احاطے میں واقع ہیں۔ حضرت ہاجرہ (زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو پانی کی تلاش میں ان دونوں پہاڑیوں پر چڑھ کر چکر لگائے تھے۔ شَعَآئِر: شَعِرٌ اور شعیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی علامتیں، نشانیاں اور ادب و احترام کے ہیں۔ اَلْحَجّ: قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ اَلْبَیْتُ: بیت اللہ شریف۔ اِعْتَمَرَ: اس کا مصدر اَعْمَارٌ ہے جس کے معنی زیارت کرنا اور عُمرہ کرنے کے ہیں۔ جُنَاحَ: حرج، گناہ، فروگذاشت۔ تَطَوَّعَ: زیادہ کرنا، چونکہ فرض نماز پورا کرنے کے بعد یا فرض نماز سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو نفل کہتے ہیں۔ ایسی زیادہ عبادت کو جو کہ فرض نہ ہو تَطَوَّعَ کہا جاتا ہے۔ شَاکِرٌ: قدردان۔ خَیْرًا: بھلائی، نیکی، بہتر۔ لَعَنَ: لعنت کرنا، پھٹکار کرنا، رحمت سے دُور کرنا، بیزاری کا اظہار کرنا۔ وَبَیَّنُوْا: اور صاف صاف بیان کیا اور واضح کر دیا اور ظاہر کیا، جمع مذکر کا صیغہ ہے، فعل ماضی ہے، بیان یا تبیین اس کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں عیاں، روشن، واضح کے ہیں۔ لَا یُنْظَرُوْنَ: جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، فعل مضارع مجہول ہے، نَظْرَۃٌ اس کا مصدر ہے جس کے معنی مہلت دینا اور ڈھیل دینا کے ہیں، لَایُنْظَرُوْنَ کے معنی وہ مہلت نہیں دیئے جائیں گے۔ لَا، نافیہ ہے۔

تفسیر: چونکہ اب ثواب کی جگہ اجتماع کے لئے مرکز مسلمانوں کا مقرر کر دیا گیا یعنی بیت الحرام، تو اس کے مناسک بھی سکھائے جا رہے ہیں۔۔ ان میں پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ تم بیت اللہ شریف آنے کا ارادہ کرو تو ایام حج میں عمرہ بھی کر سکتے ہو اور ان میں صفا اور مروہ کے درمیان ان دونوں عبادتوں کے لئے سعی بھی کر سکتے ہو۔ حج تین قسم پر ہے۔

(۱) حجِ تمتع (۲) حجِ افراد (۳) حجِ قرآن۔

نیز چوتھی قسم بھی فقہاء نے لکھی اور اس کو حجِ بدل کہتے ہیں۔ حجِ تمتع وہ حج ہے کہ جس حج میں ایام حج سے پہلے عمرہ ادا کیا جاتا ہے۔ ایام حج سے مراد شوال، ذی قعدہ اور ۱۵ دن

ذی الحج کے مہینے ہیں ۔ حجِ افراد ، حجِ قِرآن اور حجِ بدل میں عمرہ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے یعنی ان کے لئے جو احرام باندھا جائے وہ کھولنا نہیں ہوتا ۔ گویا ان ہی احراموں میں بقیہ تینوں حج ادا کئے جاتے ہیں اور حجِ تمتع میں پہلا احرام میقات پر سے عمرہ کے لئے باندھا جاتا ہے ۔ ایک حجِ تمتع کرنے والا حاجی اس احرام کے ساتھ سیدھا کعبۃ اللہ میں حاضری دے کر طواف کر کے سعی کے لئے صفا اور مروہ میں جاتا ہے ۔ صفا اور مروہ کے سات چکر لگا کر جب سعی کی تکمیل کر لیتا ہے تو سر منڈھواتا ہے یا بال کترواتا ہے تو یہ احرام کھول کر اپنا پہناوا پہن لیتا ہے پھر آٹھ ذی الحج کو حج کا احرام باندھ کر حج کے لئے نکلتا ہے ، یہاں پر بھی حجِ تمتع مراد ہے ۔ اس میں ایک شرط ضروری ہے کہ حج کرنے والا چاہے کسی قسم کا حج بھی کرتا ہو میقات سے باہر نہیں جائے گا ۔ میقات چار ہیں ۔ (۱) یلملم (۲) ذاتِ قرن (۳) طائف (۴) بئر علی ۔

وہ لوگ جو برصغیرِ پاک و ہند کی طرف سے جاتے ہیں "یلملم" جو کہ عدن کے قریب ہے احرام باندھیں گے اور وہ لوگ جو عراق کی طرف سے آتے ہیں وہ "ذاتِ قرن" پر احرام باندھیں گے اور وہ لوگ جو مدینہ منورہ کی طرف سے آئے ہیں وہ بئر علی پر احرام باندھیں گے اور وہ لوگ طائف کی طرف سے آئے ہیں وہ "طائف" میں احرام باندھیں گے تو ایامِ حج میں آنے والے حاجی جب ان میقات کے اندر سے داخل ہو جاتے ہیں تو پھر ان سے باہر نہیں جا سکتے اور اگر وہ کسی وجہ سے میقات سے باہر چلے گئے تو پھر احرام باندھ کر میقات کے اندر داخل ہوں گے تو یہ احرام نہیں کھولیں گے اور جب تک کہ حج نہ کر لیں اور اگر احرام نہیں باندھیں گے تو ان پر دم لازم آئے گا یعنی ایک دنبہ یا بکرا ذبح کریں گے اور یہ دم حرم کی زمین پر ہی دینا ہے ۔ علماءِ کرام فرماتے ہیں کہ سعی کا یہ طواف واجب ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے یہ طواف رہ گیا ہے تو اس پر بھی دم کا ادا کرنا لازم ہے ۔ یہ سعی سیدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سُنت ہے ، جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام تولد ہوئے تو پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کے گرد سات دفعہ چکر لگائے ، ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان ایک مقام ہے جن پر سبز روشنیاں لگی ہوئی ہیں جب ان روشنیوں کے درمیان حاجی پہنچے تو ایک روشنی سے لے کر دوسری روشنی تک اپنی پوری آن بان کے ساتھ دوڑتا ہوا جائے کیونکہ اس مقام پر حضرت ہاجرہ نے دوڑ لگائی تھی ، باقی منزل اپنی چال کے ساتھ طے کرے ۔ صفا کی پہاڑی کے اوپر کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کر کے دعائیں کرتے

ہوئے یہ منزل طے کرنا شروع کرے اور مروہ کی پہاڑی پر اس کے اوپر کھڑے ہو کر ایک چکر کو ختم کرے ای طرح کعبۃ اللہ کو مُنہ کر کے تکبیر کہتے ہوئے دُعا کرتے ہوئے دوسرا چکر شروع کرے اور کوہِ صفا پر آئے، ای طرح باقی پانچ چکر طے کرے۔ یہ چکر کوہِ صفا سے شروع ہو کر کوہِ مروہ پر ختم ہوں گے۔ اس طواف کو سعی کہتے ہیں لے۔ حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ عمرہ میں عرفات، مزدلفہ جانا نہیں ہوتا اور قربانی نہیں ہوتی۔ نیز سال میں ہر وقت عمرہ ہو سکتا ہے سوائے ایامِ حج کے اور حج سال میں ایک بار ہوتا ہے۔ ایامِ مقررہ سے مراد آٹھ ذی الحج کو احرام باندھنا، ۹ ذی الحج کو عرفات کے میدان میں زوالِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک وقوف کرنا ۱۰ ذی الحج کی صبح صادق کو مزدلفہ میں وقوف کرنا اوراس کے بعد ۱۰ ذی الحج کو مِنیٰ میں شیطانوں کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈھوانا، احرام کا کھول دینا، مِنیٰ سے آکر کعبۃ اللہ میں طواف کرنا اور سعی کرنا پھر واپس تین یا چار دن مِنیٰ میں قیام کرنا اور قیام کے دوران رمی جمار (شیطانوں کو کنکریں مارنا)۔ یہ ایامِ مقررہ ۸ ذی الحج سے لے کر ۱۲ ذی الحج تک ہیں ان کے اندر ان ارکان کی ادائیگی کا نام ادائے حج ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ نے ایک حاجی پر اتنا فضل و کرم فرمایا کہ وہ بیت اللہ شریف میں جتنی بھی زیادہ عبادت کرے، صدقات دے، خدمتِ خلق کرے، بیماروں کی خدمت کرے، گمشدہ لوگوں کو اپنی اپنی منزلوں پر پہنچائے، کمزور اور ضعیف لوگوں کو آسائشیں پہنچائے، مسافروں کی راہ گیری کرے تو ایسے شخص کو علاوہ اس حج کے ثواب و درجات کے اور زیادہ سے زیادہ برکات، اجر و ثواب ملے گا۔ مگر یہ سب کی سب خدمت خوشیٔ قلب کے ساتھ کرے، کسی قسم کی دل تنگی یا احسان جتانے کی خاطر نہ کرے بلکہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے کرے تو اس کے لئے بہت بہت اجر و ثواب ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر بیت شریف میں تم نے ایک نماز پڑھی تو تمہیں ایک لاکھ نماز کا ثواب نصیب ہو گا۔ اسی طرح تمام نیکیوں کا اجر و بدلہ نصیب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری ان

لے: جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام واپس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں تو اللہ جل شانہٗ نے حضرت اسماعیل کی ایڑیوں کے رگڑنے کی جگہ سے پانی کا چشمہ جاری کیا ہوا تھا جس سے وہ سیراب ہوئیں اور آج تک بلکہ تا قیام قیامت تمام اُمتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے سیراب ہوتی

نیکیوں کی میں بہت قدر کرتا ہوں حالانکہ وہ بے نیاز ہے اور جو کچھ اجر و ثواب ہے یہ اللہ جل جلالہٗ کی شان شکر کا مظہر ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا بھی ذکر فرمایا۔ یعنی تمہاری تمام عبادت اور نیکیاں جو اس حج کے درمیان تم کرتے ہو اللہ جل جلالہٗ اچھی طرح جانتا ہے۔ لہٰذا ایک حاجی کو فکر کرنی چاہیئے کہ ان میں کسی قسم کی ریاکاری اور دکھاوا پیدا نہ ہو۔ کسی مسلمان کو دکھ نہ دے، کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور بدکلامی نہ کرے اور بد خلقی سے پیش نہ آئے کیونکہ اللہ جل جلالہ کو خلوص قلب مطلوب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ نے ان تمام امور کو قرآن مجید فرقان حمید میں نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرما دیا جو کہ یہ اہل کتاب اپنی کتابوں میں موجود پاتے تھے۔ باوجود پڑھنے اور جاننے کے انہوں نے سیدالرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر خیر، علامات اور نشانیاں نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اوصاف حمیدہ، بیت اللہ شریف کا کعبۂ ابراہیمی ہونا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر خیر تحویل قبلہ اور آخرالزمان پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذوالقبلتین ہونے کا جان بوجھ کر انکار کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کا ذکر فرمایا کہ اب یہ رحمت الٰہی سے محروم ہو گئے یعنی نبوت اور وحی سے ان کو الگ کر دیا گیا اب یہ ان لوگوں کی بھی رحمت و رافت سے دور اور الگ ہو گئے جو کہ حضور نبیٔ رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ اصطلاح وحی میں یہ نہ ماننے والے کافر کہلائے اور اسی حالت کفر میں مر گئے۔ یہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اور مومنین مخلصین کے حضور میں پھٹکار کئے گئے مگر ان میں سے جنہوں نے اپنے اس انکار یعنی کفر سے توبہ کی اور مخلص مسلمان بن گئے اور دین اسلام کے وہ تمام امور جن میں نعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر علامت تھیں جو یہ بیان نہیں کرتے تھے ان کو علی الاعلان صاف صاف طور پر بیان کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ جل جلالہٗ اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرماتا ہے۔ ان کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور ان کے گذشتہ گناہوں کو بخش دیتا ہے کیونکہ وہ وہی ہے جو کہ توبہ قبول کر کے معاف فرمانے والا ہے۔ یہاں پر بھی اللہ جل جلالہٗ نے اپنی ایک عظیم اور بابرکت صفت کا ذکر فرمایا اور وہ صفت رحم ہے۔ یعنی یہ تمام عمر بغاوت، سرکشی، نافرمانی اور انکار میں بسر کرتے رہے مگر جس وقت انہوں نے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(باقی صفحہ ۶۳ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

مُدیرِ اعلیٰ

ذکر احدث الناس عهدًا برسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس باب میں اس بات کا ذکر ہے کہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اخیر وقت میں کس شخص نے بات چیت کی۔ **تشریح**: یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال فرمانے سے پہلے کون صاحب تھے جس سے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے گفتگو فرمائی تھی۔

حدیث نمبر ۱ / ۱۵۳: انبأنا ابو الحسن علي بن حجر المروزي قال انبانا جرير عن المغيرة عن ام المؤمنين ام سلمة رضي الله تعالٰي عنها قَالَتْ اِنَّ اَحْدَثَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ"۔

ترجمہ: اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ بے شک آنحضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے آخری وقت جس سے گفتگو فرمائی وہ (جناب) علی (المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) تھے۔

تشریح: ارشاد ہے " وہ (جناب) علی (المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) تھے" یعنی یہ شرافت اور عزت افزائی بھی جناب سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ہی نصیب ہوئی کہ جب حضور خاتم النبیین، سیّد الانبیاء والمرسلین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے رفیقِ اعلیٰ سے وصال فرمانے کے وقت آخری گفتگو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمائی۔

حدیث نمبر ۲/ ۱۵۴: اخبرني محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن مغيرة عن اُمِّ موسٰي قَالَتْ قَالَتْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰي عَنْهَا وَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهٖ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ اَقْرَبَ النَّاسِ عَهْدًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ قَالَتْ لَمَّا كَانَ غُدْوَةً قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَكَانَ اُرَى فِيْ حَاجَةٍ اَظُنُّهُ بَعَثَهُ فَجَعَلَ يَقُوْلُ جَاءَ عَلِيٌّ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَجَاءَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَلَمَّا جَاءَ عَرَفْنَا اَنَّ لَهٗ اِلَيْهِ حَاجَةً فَخَرَجْنَا مِنَ الْبَيْتِ وَكَذَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَكُنْتُ فِيْ اٰخِرِ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ ثُمَّ جَلَسْتُ اَدْنَاهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَاَكَبَّ عَلِيٌّ فَكَانَ اٰخِرُ النَّاسِ بِهٖ عَهْدًا فَجَعَلَ يُسَارِهٖ وَيُنَاجِيْهِ۔

ترجمہ: اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی اُمّ سلمہ نے قسم کھائی کہ حضور رسولِ کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وصال کے وقت جس نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے گفتگو فرمائی وہ علی المرتضیٰ تھے۔ فرماتی ہیں کہ جب وہ صبح ہوئی کہ جس میں حضرت رسولِ کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے وصال فرمایا تو آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے کسی کو جنابِ علی المرتضیٰ کی طرف بھیجا اور وہ مصروف نظر آیا اور میں خیال کرتی ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ تو تین بار آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ علی آیا ہے؟ پس سورج نکلنے سے پہلے علی آئے۔ جب وہ آئے تو ہم سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان سے کوئی کام ہے۔ لہٰذا ہم سب گھر سے باہر چلے گئے اور ہم اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اُمّ المومنین عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر میں تھیں۔ تو میں آخری تھی جو اس وقت اس گھر سے باہر آنے والی تھی۔ پھر میں سب سے نزدیک دروازہ کے قریب بیٹھی پس علی المرتضیٰ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر جھکے پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمام لوگوں سے آخری گفتگو کرنے والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ تو آپ نے ان سے خفیہ بات چیت کی اور سرگوشی کی۔

تشریح: ارشاد ہے "پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمام لوگوں سے آخری گفتگو کرنے والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے"۔ یعنی ابوالطفیل فرماتے ہیں "شوریٰ کے دن میں دروازہ پر تھا پس لوگوں میں شور برپا ہوا۔ میں نے جناب علی المرتضیٰ کو فرماتے سُنا کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی حالانکہ واللہ! امرِ خلافت میں مَیں ان سے اولیٰ اور احق تھا۔ پس میں نے سُنا اور تسلیم کیا کہ مبادا لوگ کافر نہ ہو جائیں۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو سب

کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جُدا ہوا ہو، جس وقت کہ اس نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو قبر میں رکھا ہو سوائے میرے" اخرجہ العقیلی

ذکر قول النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعليّ تقاتل علي تاويل القرآن كما قاتلت علي تنزيله

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس باب میں یہ ارشادِ گرامی ہے کہ جو انہوں نے جناب علی المرتضیٰ کے متعلق فرمایا "کہ تو قرآن کی تاویل پر جہاد کرے گا، جس طرح کہ میں قرآن کے اترنے پر لڑا"

حدیث نمبر ۱/۱۵۵: انبأنا احمد بن شعيب قال اخبرنا اسحٰق بن ابراهيم و محمد بن قدامة و اللفظ له عن جرير عن الاعمش عن اسماعيل بن رجآء عن ابيه عن ابي سعيد الخدري قَالَ كُنَّا جُلُوسًا نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهٖ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ اِلَيْنَا قَدِ انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهٖ فَرَمٰي بِهَا اِلٰي عَلِيٍّ فَقَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُّقَاتِلُ عَلٰي تَاْوِيْلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلٰي تَنْزِيْلِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا فَقَالَ لَا فَقَالَ عُمَرُ اَنَا فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ خَاصِفُ النَّعْلِ۔

ترجمہ: ابو سعید خُدری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم پر تشریف لے آئے۔ تحقیق (اس وقت) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جوتا (مبارکہ) کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ پس وہ جوتا (جناب) علی (المرتضیٰ) کی طرف پھینک دیا۔ پس ارشاد فرمایا بے شک تم میں وہ شخص ہے جو قرآن کی تاویل پر لڑے گا۔ جس طرح میں قرآن کے اُترنے پر لڑا۔ تو (جناب) ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ کیا وہ میں ہوں؟ تو فرمایا کہ نہیں۔ پھر (جناب) عمر (فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ وہ میں ہوں؟ تو فرمایا نہیں اور لیکن وہ جوتا ٹانکنے والا ہے۔

حل لغت: شِسْعًا: جُوتا کا تسمہ ٹوٹ جانا۔ رمٰي: پھینک دیا، رَمْيٌ پھینکنا مصدر ہے۔ تَاْوِيْلٌ: جب بلا دلیل تاویل کی جائے تو تحریف ہے اور کبھی تاویل ایک بات کی حقیقت ظاہر کرنے کو

بھی کہتے ہیں اور کبھی تاویل تفسیر کو بھی کہتے ہیں۔ خَصَفَ: سینا، ٹانکنا، جمانا۔

تشریح: ارشاد ہے "وہ جوتا (جناب) علی (المرتضیٰ) کی طرف پھینک دیا" یعنی تاکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ٹانک دیں اور بنا کر درست کر دیں۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جوتا (مبارکہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی بناتے تھے۔ اسی لئے آپ علیہ السلام کا لقب ہی "خاصف النعل" تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جوتا ٹانکنے والا۔ ارشاد ہے "جو قرآن کی تاویل پر لڑے گا" یعنی تاویل کے کئی معنی ہیں۔ یہاں اور مشہور یہ ہے کہ تاویل کہتے ہیں ظاہری معنی کو چھوڑ کر کسی دلیل کی وجہ سے دوسرے معنی اختیار کرنے کو اگر وہ دلیل نہ ہوتی تو ظاہری معنی کو ضرور لیا جاتا اور بلا دلیل جو تاویل کی جائے وہ تاویل نہیں تحریف ہے اور یہاں پر حدیث شریف میں جو لفظ "تاویل" آیا ہے سے مراد تحریف ہے۔ اس لئے حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ان لوگوں سے لڑے جو تحریف کرتے تھے۔ جناب سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے مَا مِنْ اٰیَةٍ اِلَّا وَ عَلَّمَنِیْ تَاوِیْلَهَا (قرآنِ کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ کو نہ سکھلائی ہو)" [1]

اس حدیث مبارک سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ آنے والے واقعات جو کہ علمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اس طرح عیاں تھے جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ اور بقول ابن کثیر،

وهذا الحديث علم من اعلام النبوة و فيه منقبة عظيمة لعليّ رضي الله عنه و ارضاه حيث اخبر صلي الله عليه وآله وسلم بقتال علي للخوارج قبل وقوعه

(یہ حدیث مبارکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظیم المرتبت نبوّت کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور اس حدیث میں جناب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی عظیم قدر و منزلت اور تعریف پائی جاتی ہے جیسا کہ خوارج کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا جہاد کرنا ثابت ہے جبکہ ابھی یہ واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا تھا۔ [2]

(جاری ہے)

---

[1]: اسنادہٗ حسن (احمد میرین البلوشی خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب ص ۱۶۹)

[2]: ایضاً ص ۱۶۷

غزل

پروفیسر مُرتضیٰ سیّد

صدیوں سے اسی سوچ میں ہُوں، کون ہوں، کیا ہوں؟
اک درد مسلسل ہوں کہ ہر دُکھ کی دوا ہُوں

ماضی کے دھندلکوں میں بھٹکتی ہے مری فکر
کیا جانیئے کب سے میں کسے ڈھونڈھ رہا ہوں؟

پھر آج یہ اک شور سا پہلو میں ہے کیسا؟
میں نے تو یہ سمجھا تھا تجھے بُھول چُکا ہُوں

برسوں تجھے چاہا مگر اب تک نہ کُھلا یہ
بندہ ہُوں ہوس کا کہ محبت کا خُدا ہُوں؟

منزل کا پتہ ہے نہ کوئی اپنی خبر ہے
کیا جانیئے کس دُھن میں، میں کس سمت چلا ہُوں؟

چمکے گا زمانہ میرے افکار کی لو سے
تاریکی میں جلتا ہُوں، میں خاموش دیا ہُوں

اِستفتاء

(نداءِ یا رسول اللہ)

مُفتی خلیل الرحمان قادری نقشبندی
مُہتمم دار العلوم شیر ربانی حاجی آباد شکر پُورہ روڈ پشاور

گذارش یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اور یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کہنے والوں کو مشرک بدعتی کہتے ہیں اور اگر کہیں مسجد وغیرہ میں ایسا پوسٹر دیکھتے ہیں جس پر یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) --- یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تحریر ہو تو حرف یا کو مٹا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حرف یا کے ساتھ ندا کرنے سے واقعی آدمی بدعتی یا مشرک ہو جاتا ہے؟

مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا جواب اچھی طرح مُدلّل ارقام فرما کر مشکور فرماویں --- بینوا توجروا۔

المستفتی: شیخ فضل الرحمان سکنہ بیلا نیکو خان پشاور۔

الجواب

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب
یا ایہا النبی خطابِ محمد است

سائل کو معلوم ہونا چاہئیے کہ مُتعدد علماءِ کرام نے اس مسئلہ پر بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور بدلائلِ کثیرہ وضاحت فرمائی ہے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) --- یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) شریعت اسلامی میں کہنا بالکل جائز ہے اور باعث نجات دارین ہے اور اس کا ثبوت قرآنِ کریم و احادیثِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں موجود ہے۔ نیز اقوالِ صحابۂ کرام، ائمۂ مجتہدین و مشائخِ عظام سے بھی ثابت ہے۔ مخالفین جو نرے جاہل اور ہٹ دھرم ہیں کے پاس ممانعت کے لئے ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں۔ درحقیقت یہ

لوگ دشمنانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں جو مسلمانوں کا بھیس بنا کر اپنے مکروہ عزائم کو تکمیل تک پہنچانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ ان کے پاس یہی دلیل ہے کہ غائب کو حرف یَا کے ساتھ پکارنا جائز نہیں بلکہ یَا سے حاضر کو پکارا جاتا ہے۔ خُدا نے ان کو عقلِ سلیم عطا ہی نہیں فرمائی تو پھر حق و باطل میں تمیز کرنا ان کے بس میں نہیں۔ حرف یَا کے ساتھ غائب کو پکارنے کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے خود دیا ہے جو قرآن کریم میں موجود ہے لیکن ان لوگوں کو قُرآن سے کیا مطلب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف)

ترجمہ: آپ فرمایئے، اے لوگو! بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہُوں تم سب کی طرف

(ضیاء القرآن جلد ۲ ص ۹۳)

اس آیتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے انسانوں کو یَا کہہ کر خطاب فرمایا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس خطاب کے مخاطب کون ہیں؟ کیا مخاطب مکہ مکرمہ کے وہ چند افراد ہیں جو اس وقت آپ کے سامنے تھے۔ اگر جواب ہاں ہو تو پھر کہنا پڑے گا کہ آپ انہیں کی طرف رسول بن کر آئے تھے اور آگے جو حکم ہے فامنوا باللہ و رسولہ--- الایہ--- کہ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ یہ بھی انہیں کے لئے خاص تھا۔ لیکن بات تو یہ ہے کہ یہ خطاب دُنیا کے تمام انسانوں کو ہے جو قیامت تک ہونے والے ہیں کیونکہ یہ خطاب عام ہے اور لفظ جمیعا اس پر قرینہ عموم ہے جیسا کہ مفسرین حضرات کا اس پر اتفاق ہے۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ سے اچھی طرح ثابت ہوا کہ غائب کو ندا کرنے کے لئے ربِّ کائنات نے خود اپنے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حاضر اور غائب سب کو حرف یَا کے ساتھ ندا فرمائی۔ اب اگر کوئی غائب کو یَا کے ساتھ پُکارے تو یہ تو قُرآنِ کریم پر ہی عمل ہے اور سُنت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پیروی ہے پھر یہ شرک کیسا؟ ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

واذن فی الناس بالحج--- الایہ--- (سورہ حج)

ترجمہ: اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا۔

"جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے تو حکم ملا اے ابراہیم! اب اعلان کر دو کہ خُدا کا گھر تیار ہو گیا ہے۔ خُدا کے بندوں آؤ اور حج کرو انہوں نے عرض کی الٰہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اذن و علی الابلاغ یعنی تم اعلان کرو، آواز کو پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ آپ جبل ابی قبیس پر تشریف لے گئے اور حج کا اعلان فرما دیا۔
یا ایھا الناس ان اللہ فرض علیکم الحج (اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے لہذا تم حج کو آؤ)
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ہر ایک رُوح نے جو ماں باپ کے اصلاب و ارحام میں تھی سُن لی جس کی تقدیر میں حج تھا اس روح نے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْک کہا۔" (تفسیر ضیاء القرآن جلد نمبر ۲، ص ۲۱۰، حاشیہ نمبر ۳۰/ خازن ص ۲۸۶ جلد نمبر ۳)

مقام غور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انسانوں کو یا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ تمام انسان آپ کے پاس حاضر تو کیا بلکہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور لطف یہ کہ آواز تمام رُوحوں نے سُن لی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام لوگوں کو حج کے لئے یا کہہ کر پکارا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تمام لوگوں کو اپنی رسالت کا یہ کہہ کر پکارا جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا وہ حاجی ہوا اور جس نے حبیبِ خُدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی آواز پر لبیک کہا وہ مومن ہوا۔ اب ان دشمنانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے پوچھیں کہ یا کہہ کر صرف حاضر کو پکارا جاتا ہے اور جو حاضر نہ ہو اس کو یا کہہ کر پکارنا شرک ہے؟ تو کیا قیامت تک ہونے والے تمام انسان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس حاضر تھے یا غائب (راہِ حق ص ۲۲)

اب حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے

قصعد الرجال و النساء فوق البیوت و تفرق الغلمان و الخدم فی الطرق ینا دون یا محمد یا رسول اللہ (صحیح مسلم شریف ص ۳۱۹ جلد ۲)

ترجمہ: مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں متفرق ہو گئے اور سب کے سب ندا کرتے یعنی نعرے لگاتے --- یَا مُحَمَّد یَا رَسُوْلَ اللّٰہ یَا مُحَمَّد یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ اب غور کا مقام ہے اس حدیث شریف سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو

یہ کہ خوشی کے وقت نعرۂ رسالت یعنی یا مُحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) بالکل جائز ہے اور بدعت نہیں کیونکہ یہ نعرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانۂ پاک اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی موجودگی میں لگایا گیا۔
دُوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو یا کہہ کر پکارنا ہرگز شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا فرض تھا کہ انہیں منع فرماتے اور شرک سے بچاتے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک نابینا صحابی کو دعاءِ تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں کہتے

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فی ۔ قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہُوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی مُحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کہ نبیِّ رحمت ہیں یا مُحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں مُتوجہ ہُوا ہُوں۔ الٰہی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث شریف بہت مشہور ہے اس کو ابنِ ماجہ، نسائی، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ طبرانی وغیرہ حدیث کی کتابوں نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۳۷)۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہُ فرماتے ہیں کہ جب اس نابینا صحابی نے نماز پڑھ کر یہ دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں عطا فرما دیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔ اس حدیث شریف میں وسیلہ بھی اور ندا یا مُحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح مسلم شریف فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا تو انہوں نے یَا محمداہ کہا تو پاؤں اُسی وقت اچھا ہو گیا (کتاب الاذکار ص ۳۶)

اِسی طرح جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کا مقابلہ مسیلمہ کذاب سے ہوا تو مسیلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار فوج تھی اور مسلمان بہت کم تھے۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا

اور بہت مصیبتیں اٹھائیں لیکن جب مسلمانوں نے نازک حالت دیکھی تو ندا کرنے لگے۔

ثم نادیٰ بشعار المسلمین و کان شعارھم یومئذ یا محمداہ (البدایہ

والنہایہ ص ۳۱۴)

ترجمہ: پھر انھوں نے مسلمانوں کے شعار کے مطابق ندا کی اور اس دن ان کا شعار یہ ندا تھی یا محمداہ۔

چنانچہ ہر صحابی کی زبان پر یا محمداہ یا محمداہ جاری تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ مسیلمہ کذاب ہلاک ہو کر واصل بہ جہنم ہوا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس جنگ میں سب صحابی ہی تھے کیونکہ حضور نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال شریف کے فوراً بعد یہ جنگ ہوئی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جنگ میں یا محمداہ کہنا شعارِ صحابہ تھا۔اس قسم کے بے شمار واقعات صحابہ کرام کے، کتب حدیث و تاریخ میں موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بوقتِ جنگ و مصیبت یا کہہ کر ندا فرمایا کرتے تھے۔ اب ان بصیرت سے محروم اور خود ساختہ مولویوں سے استفسار ضروری ہے کہ ان صحابۂ کرام کے بارے تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ فیا عجبا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باب باندھا ہے کہ اگر کسی کا پاؤں سُن ہو جائے تو وہ کیا کہے پھر یہ حدیث نقل کی ہے۔

عن عبدالرحمٰن قال خدرت رجل ابن عمر رضی اللہ عنہٗ قال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمداہ فصحت رجلۃ (الادب المفرد، ص ۱۴۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا پاؤں سُن ہو گیا تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ اس کو یاد کرو جو تمہیں سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا یا محمداہ تو پاؤں اُسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

مخالفین ندائے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) بتائیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ جب بھی کسی کا پاؤں سو جائے تو وہ یا محمد کہے، پاؤں ٹھیک ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی نے ایسا ہی کیا ہے۔ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شرک و بدعت کا علم نہیں

تھا؟ اگر یارسول اللہ کہنا شرک ہوتا تو امام بخاری کبھی یہ قانون نہ بناتے۔

وضاحت: قرآنِ کریم واحادیث شریف نیز اقوالِ صحابۂ کرام سے یہ بات اچھی طرح پایہ ثبوت کو پہنچی کہ یارسول اللہ، یا محمد، یانبی کہنا بالکل جائز، باعثِ نجات وخیر وبرکت ہے۔

اب حضراتِ تابعین عظام ائمہ ذوی الاعلام ومشائخ دین کے کچھ اقوال ملاحظہ ہوں۔

(۱) میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی اور خون میں لت پت دیکھ کر آپ کی بہن سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یوں پکارا

یامحمداہ یامحمداہ صل علیک اللہ وملک السماء ہذا حُسین بالعراء

مزمل بالدماء (البدایہ والنہایہ ۱۹۳)

ترجمہ: یامحمداہ یامحمداہ آپ پر اللہ کا اور آسمان کے فرشتوں کا درود ہو، حُسین بے گور وکفن خون میں لت پت پڑے ہیں۔

(۲) حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے دربارِ رسالت میں یوں فریاد کی۔

یا رحمۃ للعالمین ادرک لزین العابدین

محبوس ایدی الظالمین فی موکب والمزدھم

ترجمہ: اے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) زین العابدین کی مدد کو پہنچو اس اژدھام میں وہ ظالموں کے ہاتھ میں قید ہے۔

(۳) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربارِ رسالت میں اس طرح التجا فرماتے ہیں۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ

جدلی بجودک و ارضنی برضاک

انا طامع بالجود منک و لم یکن

لابی حنیفۃ فی الانام سواک

ترجمہ: اے ساری مخلوقات سے بزرگ ترین، اے نعمتِ الٰہی کے خزانے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی سخاوت سے مجھے بھی عطا فرمایئے --- اور اپنی رضا سے مجھے بھی پسند فرمایئے۔ آپ کی سخاوت کا طمع کرنے والا ہوں کیونکہ سوائے آپ کے تمام مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی

حامی و مددگار نہیں۔

(۴) حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرضِ فالج میں مبتلا تھے اور شدت مرض میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یُوں پکارا

یا اکرم الخلق مالی من آلوذ بہ

سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے بہترین خلق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں، مہربانی فرمایئے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہربانی فرمائی، خواب میں تشریف لا کر دستِ رحمت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بدن پر پھیرا، بیماری فوراً دُور ہو گئی۔ (قصیدہ بردہ شریف)

عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ز مہجوری بر آمد جانِ عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی

ز مہجوراں چرا غافل نشینی

(زلیخا ص ۳۲)

ترجمہ: جُدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) رحم فرمایئے۔ کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں پھر ہم مہجوروں سے فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔

(۶) شمس العارفین حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدح و التجا اس طرح کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ یکتا توئی

برگزیدہ ذوالجلال پاکِ بے ہمتا توئی

یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجزاند

عاجزاں را رہنما و جملہ را ماویٰ توئی

ترجمہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) خالقِ ذوالجلال کے برگزیدہ لاثانی حبیب صرف آپ ایک ہی ہیں۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ جانتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اُمت عاجز ہے۔ ان عاجزوں کے رہنما او پناہ دینے والے بھی

آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی ہیں۔

(۷) حضرت سیّدی شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

گر نبودے یا رسول اللہ ذاتِ پاکِ تو
ہیچ پیغمبر نبودے دولتِ پیغمبری

ترجمہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ کی ذاتِ پاک نہ ہوتی تو کوئی پیغمبر دولت پیغمبری سے سرفراز نہ ہوتا۔

(۸) حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

چہ صفت کند سعدی نا تمام
علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام

ترجمہ: سعدی نا تمام آپ کے اوصاف کیا بیان کر سکتا ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

(۹) حضرت علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

یا سیّدی یا رسول اللہ قد شرفت
قصائدی بمدیح فیک قدر صفا

(شہبانیہ ص ۵۸)

ترجمہ: اے میرے سردار اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کی مدح وثنا سے میرے قصیدے عُمدہ اور شرف والے ہو گئے۔

(۱۰) امام الاولیاء سیّدی ابو مدین المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

یا خیر مبعوث و اکرم شافع
کن منقذی من ہول یوم موجف

ترجمہ: اے بہترین رسول اور بزرگ شفاعت کرنے والے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ مجھے قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے بچائیں۔

صل علیک یا خیر الوریٰ
مالاخ برق فی السماء و ما خفی

ترجمہ: اے ساری مخلوقات سے بہتر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو جب تک آسمان میں بجلی چمکے اور چھپے (مجموعۃ النبہانیہ ص ۲۸۲)

(۱۱) حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سر و سامان جمع بے سر و پا

ترجمہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہر حال میں ہم پر کرم فرمایئے ہم بے سرو سامان ہیں ہمارا سرو سامان آپ کا لطف و کرم ہی ہے۔

(۱۲) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

و صلی علیک اللہ و یا خیر خلقہ
و یا خیر ما مول و یا خیر واهب

ترجمہ: اے بہترین کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر اللہ تعالیٰ کا درود ہو۔ اے بہترین امیدگاہ اور بہترین عطا فرمانے والے۔

و یا خیر من یرجٰی لکشف رزیة
و من جودہ فاق جود السحائب

ترجمہ: اور اے وہ بہترین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جس سے سختی و مصیبت دفع ہونے کی اُمید کی جاتی ہے اور اے وہ کہ جس کی سخاوت برسنے والے بادلوں سے بہت زیادہ ہے (اطیب النغم ص ۷۶)

یہ ہیں وہ علماءِ اُمت اور ستونِ دین جنہوں نے مدائح نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اور بوقتِ شدائد و مصائب حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حرفِ یَا کے ساتھ ندا کی۔ یہ کج ذہن مخالفین اور وہ دم بریدہ مولوی جو یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان مذکورہ بالا برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں کچھ تو غور کریں جن کی بدولت دینِ حق ہم تک پہنچا اور جن کا اُمتِ مُسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ کیا ان اعلام دین علماءِ حقانی کو شرک و بدعت پہچاننے کا علم نہ تھا۔ صرف چودہویں صدی کے ان دین فروش مولویوں کو یہ علم حاصل ہوا یہ بے ضمیر چند دراہم کے حصول کے لئے دین و

ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی مثال تو بعینہ بنی اسرائیل کے ان مولویوں کی سی ہے جن کے بارے میں ربِ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا

مثل الذین حملو االتوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا---

الآیہ (سورہ جمعہ)

ترجمہ: ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے، کیا ہی بُری مثال ہے --- الیٰ آخرہٖ۔

یہ ہی حال اس زمانہ میں اسلام سے دُور افتادہ ان فتنہ انگیز مولویوں کا ہے --- العیاذباللہ---

ندائے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے مخالفین اکثر دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جن پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ علماءِ اہلِ سُنّت سے عداوت نے تو ان کو کور چشم بنا دیا جس کی وجہ سے حق ان کو سوجھتا ہی نہیں لیکن مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ یہ لاعلم کم فہم اپنے ہی اکابرین کے حالات سے ناواقف ہیں اور کچھ بھی خبر نہیں رکھتے۔ اسی لئے ایسے خرافات ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ذیل میں چند اکابرینِ دیوبند کے اقوال درج کئے جاتے ہیں ملاحظہ کر کے خود انصاف فرماویں۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی استاذ و پیر و مرشد علماءِ دیوبند فرماتے ہیں۔

شفیعِ عاصیاں تم ہو وسیلہ بے کساں تم ہو — تمہیں چھوڑ کر اب کدھر جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ!
جہازِ امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ!
پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو — بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ!

اور یہی محترم حاجی امداد اللہ صاحب "نالۂ امدادِ غریب" کے صفحہ نمبر ۴ پر فرماتے ہیں۔

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے — اے حبیبِ کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے میرے مشکل کُشا فریاد ہے

(گلزارِ معرفت ص ۵۶)

قارئین! دیکھا آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے کیا فرمایا ---- واحسرتا علی المنکرین۔

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

کروڑوں جُرموں کے آگے یہ نام کا اسلام | کرے گا یا نبی اللہ میرے پہ کیا پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا | نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیٔ کار

(۳) اور اب مقتدائے علماء دیوبند استاذِ کل مولانا محمد اشرف علی تھانوی سے سنیئے

یا شفیع العباد خذ بیدی
انت فی الاضطرار معتمدی

ترجمہ: اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمائیے۔ آپ مشکلات میں میری آخری اُمیدگاہ ہیں۔

لیس لی ملجاء سواک اغث
مسنی الضر سیّدی و سندی

ترجمہ: آپ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے۔ اے میرے آقا! میری فریاد سنیئے، میں تکلیف میں مبتلا ہوں۔

غشی الدھر یا ابن عبداللہ
کن مغیثا فانت لی مددی

ترجمہ: زمانے کی مصیبتوں نے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ اے ابن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میری فریاد سنیئے، میری مدد فرمائیے۔

یا رسول اللہ لہ بابک لی
من غمام الغموم ملتحدی

ترجمہ: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں غموں کے بادلوں میں گھرا ہوا ہوں۔ میری پناہ گاہ آپ ہی کا دروازہ ہے۔

اب غیر مقلدین وہابیوں کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے اشعار ملاحظہ ہوں

یا سیّدی یا عروتی و وسلیتی
یا عدتی فی شدۃ و رخائی

ترجمہ: اے میرے سردار، اے میرے سہارے اور میرے وسیلے، اے میرے حالت سختی

و نرمی کے ساز و سامان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) ۔

شفعت جاھک ضارعاً متذللاً

مالی و راءک صارف الضراء

ترجمہ: میں نے نہایت عاجزی و انکساری سے آپ کی عزت و جاہ کو شفیع بنایا کیونکہ میرے لئے آپ کے سوا تکلیف و مصیبت کو دفع کرنے والا کوئی اور نہیں ۔

انت المغیث برحمة و کرامة

فی غمة و غوائل و بلاء

ترجمہ: آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) مددگار ہیں ، اپنی رحمت و کرامت کے ساتھ ہر سختی و مشکل و بلا میں ۔

انجح مرامی یا کریم کرائم

انت القدیر علی نفاذ رجائی

ترجمہ: میرے مقاصد پورے فرما ، اے بزرگیوں اور کرامتوں والے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم)۔ آپ میری امید کو پورے کرنے پر قادر ہیں ۔

مالی وراءک مستغاث فارحمن

یا رحمة للعالمین بکائی

ترجمہ: آپ کے علاوہ میرا کوئی فریادرس نہیں ، اے رحمۃ للعالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم) میری گریہ و زاری کو دیکھ اور مجھ پر رحم فرما ۔

یہ ہیں وہ چند اکابرین معماران عمارت دیوبند کہ جن کی زبانوں سے بے اختیار نداء یا رسول اللہ نکل رہی ہے ۔ دیوبندی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو سادہ لوح مسلمان کو مشرک بنانے کی بجائے اپنے ان اکابرین حضرات کی خبر لینی چاہئیے اور ان کے بارے میں بھی اپنا فتویٰ صادر کرنا چاہئیے ۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

شہِ لولاک
(مشاہیر کی نظر میں)

الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی
پرنسپل (ریٹائرڈ) گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۴ پشاور

محمد ایک حرفِ شوق ہے، حرفِ محبت ہے، حرفِ عقیدت ہے اس کو زبان سے ادا کیجئے تو لب پیوستہ پیوستہ ہوئے جاتے ہیں ۔ یوں لگتا ہے جیسے لذت و سرور اور وارفتگی کی شیرینی کام و دہن میں رچی جا رہی ہے، یہ خنک خنک نام سانسوں کی ٹھنڈک بنا جا رہا ہے، اس کا آہنگ قلب کی دھڑکن، اس کا سرور آنکھوں کا نور بن کر جھلکتا ہے، یہ نام رگِ مسلم میں خون بن کر دوڑتا ہے، اس کی آرزو فکر و عمل کے لئے قوتِ متحرکہ بن جاتی ہے، یہی قوت ایک سچے مؤمن کی پہچان بن جاتی ہے ۔ یہ الفاظ شہِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گرامی مرتبت میں ایک ایسا نذرانہ عقیدت ہے جو اگرچہ ان کی عظمت و شان کا حق تو ادا نہیں کر سکتا مگر اس پیکرِ حسن و جمال کے حضور خلوص و محبت سے لبریز اظہار عقیدت ہے ۔ فارسی کے ایک نغز گو شاعر ولیؔ نے ایک غزل میں حضور پُرنُور شہِ خُوباں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا بیان انتہائی دلفریب انداز میں کیا ہے لیکن مقطع میں اپنی نارسائی اور کم مائگی کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں ۔

خود ہست خدا مدح و ثنا گوئے محمد | بیچارہ ولیؔ کیست کہ مدحش بسراید

(جب خداوندِ بزرگ و برتر خود اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت و ثناء بیان کرتے ہیں بیچارے ولیؔ کی کیا بساط کہ وہ مدحِ رسول کا حق ادا کر سکے) ۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم مفکرین کن الفاظ میں سیدّالمرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں ۔ ایک مرتبہ عالمِ فلکیات اور مورخ ڈاکٹر میکائل ایچ ہارٹ اپنی کتاب THE 100- A RANKING OF THE MOST INFLUENCIAL PERSONS IN HISTORY کے صفحہ ۳۳ پر یوں رقمطراز ہیں ۔

"دُنیا کی انتہائی با اثر شخصیات کے مقابلے میں (حضرت) محمد سرفہرست رکھنے کے میرے انتخاب پر بعض حضرات شاید متعجب ہوں اور اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے مجھ پر سوالات کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ تاریخِ انسانیت کے واحد شخص تھے جنہوں نے دینی اور اور دُنیوی دونوں لحاظ سے عظیم ترین کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے معمولی سماجی حیثیت سے اسلام کی تبلیغ کا فریضہ شروع کر کے ایک ایسے دین کی بُنیاد رکھی جو دُنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک ہے۔ اس دین کو انہوں نے دُنیا کے طول و عرض میں نافذ کیا اور انتہائی مُتاثر کن سیاسی قائد کی حیثیت اختیار کی۔ ان کی وفات کے تیرہ سو سال بعد آج بھی ان کی تعلیمات کے اثرات انتہائی طاقتور ہیں اور دل و دماغ میں سرایت کر جانے والے ہیں"۔

حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک غلام انتہائی وجد وکیف کے عالم میں عقیدت کے پھُول حضور کے قدموں میں یوں نچھاور کرتا ہے۔

میں اندھیرے میں ہُوں تنویر کہاں سے لاؤں؟
چشمِ بیدار کی تقدیر کہاں سے لاؤں؟
خواب میں روضہ اقدس کا نظارہ تو ہوا
لیکن اس خواب کی تعبیر کہاں سے لاؤں؟
کیسے سمجھاؤں تجھے کیا تھے خد و خالِ حضور؟
پیکرِ نُور کی تصویر کہاں سے لاؤں؟
اسوۂ پاکِ محمد کا بیان کیسے کروں؟
روحِ قُرآن کی تفسیر کہاں سے لاؤں؟
توڑ لاؤں میں ستارے بھی فلک سے لیکن
لوحِ محفوظ کی تحریر کہاں سے لاؤں؟
بحرِ زخار کو کُوزے میں سمیٹوں کیسے؟
اتنا جامع فنِ تقریر کہاں سے لاؤں؟
میں سعودی ہوں نہ رُومی ہوں، نہ جامی نہ امیر
اپنے لہجے میں وہ تاثیر کہاں سے لاؤں؟
اپنے افکار کو پابندِ سخن کیسے کروں؟
میں تو خود قید ہوں زنجیر کہاں سے لاؤں؟
یوں تو ہر نعت میری خونِ جگر ہے میرا
نعتِ حسان کی توقیر کہاں سے لاؤں؟
نعت میری، میرے اشکوں کی زبانی سُن لو
اس سے بہتر لبِ تقریر کہاں سے لاؤں؟

(اقبال عظیم)

نجیب آفندی نصار ایک مشہور عیسائی صحافی نے آج سے تقریباً ۷۰ سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ عالیہ اور بلندیٔ کردار پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا "اِنّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم"۔ اس مقالے میں آپ یوں رقمطراز ہیں

"محمدُ تمام عرب کے خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی سب کے برابر کے ہیرو ہیں اگر وہ مسلمان عربوں کے قومی اور مذہبی ہیرو ہیں تو عیسائی عربوں کے وہ قومی ہیرو ہیں انہوں نے عرب قوم کو ذلت و خواری کی زمین سے اٹھا کر رفعت و بلندی کے آسمان تک پہنچا دیا اس کو ایرانیوں اور رُومیوں کی غلامی سے آزاد کرا دیا۔ اگر محمدُ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اخلاق بڑے نہ ہوتے تو ان کے ماحول کے اخلاق و عادات قومی تعصبات اور کھلی گمراہی اور بد اخلاقی خود ان پر مسلط ہو جاتی۔ اگر محمدُ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اخلاق مضبوط نہ ہوتے تو مشکلات کے پہاڑوں کے آگے وہ اپنا سر جُھکا دیتے اور اپنی ہار مان لیتے اور اپنے ماحول کے مقتضیٰ کے مطابق وہ بھی چلنے پر مجبور ہو جاتے اور وہ عظیم الشان انقلاب پیدا نہ کر سکتے۔ انہوں نے گمراہی کو ہدایت سے، جہالت کو علم سے، وحشت کو اس تمدن سے بدل دیا جس کی بنیاد اخلاقِ حسنہ پر تھی۔

ہاں اگر محمدُ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اخلاق عظیم نہ ہوتے تو کوئی ان کے پاس نہ جاتا، کوئی ان کی بات نہ سُنتا اور عرب قوم ایرانیوں اور رُومیوں کی غُلامی سے آزاد نہ ہوتی، نہ عربوں کا نظام بندھتا، نہ ان کی سلطنت قائم ہوتی، نہ ان کا تمدن پھلتا پھُولتا، نہ ان کے ہاتھوں عُلوم و فنون کو ترقی ہوتی اور نہ ان کے پیروؤں کو جو ان پر درود و سلام پڑھتے ہیں، ان کو کروڑوں کی تعداد میں دیکھتے"

بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" نے ۱۹۱۱ء میں عرب عیسائیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دُنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ جواب میں ایک عیسائی عالم داور مجاعص نے لکھا

"دُنیا میں سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر عرصے میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفہ، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بُنیاد رکھی، جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کر دی لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا --- وہ کون ہے؟ محمدُ بن عبداللہ قریشی --- عرب اور اسلام کا پیغمبر۔ اس پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پیدا کر دیا اور اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کے لئے اور اس سلطنت کے لئے جس کو اس نے قائم کیا ترقی اور دوام کے اسباب بھی خود مہیا

کر دیئے ۔ اس طرح کی تمام ہدایات قرآن و احادیث میں موجود ہیں جن کی ضرورت ایک مسلمان کو اس کے دینی یا دُنیاوی معاملات میں پیش آ سکتی ہے ۔ حج ایک فرض ہے اور سالانہ اجتماع بھی ہے اس کو اسلام کا ایک رُکن قرار دیا تاکہ دُنیا بھر کے اہل استطاعت مسلمان ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنے دینی و قومی معاملات میں باہم مشورے کر سکیں۔ نیز زکوٰۃ فرض کر کے قوم کے غریب طبقہ کی حاجت پوری کی ۔ قُرآن کو دُنیا کی دائمی اور عالمگیر زبان بنا دیا تاکہ وہ مسلمانانِ عالم کے باہمی تعارف کا ذریعہ بن جائے ۔ قوم کے ہر فرد کو ترقی کا یکساں موقع فراہم کرنے کے لئے یہ کہا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر صرف تقویٰ کی بنا پر بزرگی حاصل ہے ۔ اس بناء پر اسلام ایک حقیقی جمہوریت بن گیا ۔ خاندانی اور ازدواجی اصلاحات بھی ان کی نظر سے پوشیدہ نہ رہیں ۔ انہوں نے نکاح و وراثت کے احکام مقرر کئے ، عورت کا مرتبہ بُلند کیا، نزاعات و مقدمات کے فیصلے کے قوانین بنائے ، بیت المال کا نظام قائم کر کے قومی دولت کو بیکار نہ ہونے دیا ، تعلیم اور علم کی اشاعت ان کوششوں کا بڑا حصہ رہی ، انہوں نے حکمت کو مؤمن کا گمشدہ مال قرار دیا ۔ اسی لئے مسلمانوں نے اپنے ترقی کے زمانے میں ہر دروازے سے علم حاصل کیا ۔ کیا ان کارناموں کا حامل انسان دنیا کی سب سے بڑی ہستی قرار نہ پائے گا ؟ ”

مُسلمانوں کے لئے امر باعثِ صد فخر و انبساط ہے کہ ایک عیسائی صحافی اور عیسائی عالم نے بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اتنا جامع ، مبسوط اور حقیقت افروز تبصرہ کیا ہے ۔ یہ تبصرہ غیر مسلموں کی طرف سے اسلام کی عظمت ، حقانیت اور صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے ۔ ایک انگریز شاعر جان رابرٹ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔

ہے عرش پہ توقیر کی جا، جائے محمد
رشکِ ید بیضا ہے کفِ پائے محمد

عیسیٰ سے ہے بڑھ کر لبِ گویائے محمد
یوسف سے ہے بڑھ کر رُخِ زیبائے محمد

والشمس تھے رُخسار تو واللیل تھیں زُلفیں
اک نُور کا جلوہ تھا سراپائے محمد

اندھیر ہوا کُفر کا سب دُور جہاں سے
روشن ہوا عالم، جو یہاں آئے محمد

عصیاں سے بری ہو کے قیامت میں اٹھے گا
بیشک ہے بہشتی جو ہے شیدائے محمد

اسی طرح ایک اور شاعر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں

السلام اے صاحبِ لولاک، ختم المرسلین | مرحبا صد مرحبا اے رحمۃ للعٰلمین

قرآنِ پاک میں جگہ جگہ ربُّ العزت نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر انتہائی محبت بھرے انداز میں کیا ہے۔ ایسا ذکر شاید ہی کسی اور کا کیا گیا ہو، کسی جن و انس، کسی فرشتے یا کسی نبی کا کیا گیا ہو۔ کیوں نہ ہو آپ خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین اور سب سے بڑھ کر یہ کہ محبوبِ رب العالمین ہیں۔ جب کوئی مُحب اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہے تو وہ اس کے حُسن کی رعنائیوں اور دلکشیوں کو اپنی نگاہ کے آئینہ خانے میں نقش کر لیتا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرہ رکوع ۱۷)

ترجمہ: (اے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار (تحویلِ قبلہ کے انتظار میں) اپنا چہرہ (اقدس) آسمان کی طرف کر رہے ہیں (اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جو قبلہ آپ چاہتے ہیں ہم عنقریب اس کی طرف پھر جانے کا آپ کو حکم دے دیں گے۔ اچھا تو ابھی سے آپ نماز پڑھتے وقت اپنا مُنہ مسجدِ حرام (کعبۃ اللہ) کی طرف کر دیں اور اے مسلمانو! تم لوگ بھی جہاں کہیں ہوا کرو اپنا مُنہ اسی طرف (کعبۃ اللہ کی سمت) کر لیا کرو۔

کتنی خوش بخت، محترم اور معظم ہے وہ ذاتِ گرامی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کہ جس کی خواہش کا احترام خالقِ کائنات فرماتے ہیں۔ احترامِ تمنا کا یہ واقعہ تاریخِ انسانیت میں اتنا اہم اور غیر معمولی تھا کہ خالق عزّ و جل نے اس کا ذکر اپنی کتابِ مقدس میں کرنا ضروری سمجھا۔ یوں اقوامِ عالم کے سامنے خاتم النبیین کی عظمت اور تقدس کا بول بالا کر دیا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے،

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے | رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

سموئیل نفسن اور ولیم اے ڈی وٹ اپنی کتاب "سو بڑے آدمی" میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ سب سے مقدم رکھ کر اس عظیم ترین ہستی کی عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دُنیا کے گم کردہ راہ انسانوں کو سیدھی

راہ دکھائی، انسانی عقل کو اوہام کی زنجیروں سے آزاد کرایا۔ بنی نوع بشر کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلائی اور انسانوں کے درمیان کامل مساوات قائم کی، ہجرتِ مدینہ سے دس سال بعد آپ نے آخری حج کیا۔ اس موقع پر آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے آپ نے مساوات انسانی کی تلقین فرمائی۔ صرف اچھے ذاتی اعمال کو آدمی کی بڑائی کا معیار قرار دیا۔ عورتوں اور غلاموں کے حقوق، مُردوں اور آزادوں کے برابر قرار دیئے۔ خُدا پرستی، عبادت یعنی صوم و صلوٰۃ کی نصیحت کی۔ اس عظیم الشان انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مسلمانوں کے لئے قابلِ تقلید ہے جس کی ہدایت سے بہرہ مند ہو کر مسلمانوں نے دُنیا میں بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں، عُلوم و فنون کی ترویج کی، تہذیب و تمدن کے جھنڈے گاڑے اور ساری دُنیا کی قوموں کے لئے برکت اور رحمت کا باعث بنے"۔

ممتاز ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اپنی کتاب "عرب کا چاند" میں انتہائی عاشقانہ انداز سے عالمِ وارفتگی میں حُبِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہو کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

"دُنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسم ہائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، خاتم النبین، باعثِ فخر موجودات، سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کئی اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا قول و فعل یکساں تھا۔ قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادر روزگار اور شہرۂ آفاق ہستیوں کی سوانح حیات میں بھی نایاب ہے۔ لیکن حضور انور کا دامن ایسے بہت سے گوہر ہائے نایاب سے لبریز تھا جن کی درخشندگی سے کائنات کا گوشہ گوشہ روشن ہو سکتا ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر سوامی جی لکھتے ہیں

"عقائد، عبادات، معاملات، آدابِ معاشرت اور اصلاحِ نفس کے صحیح اور اکمل ترین قوانین و آئین کے داعیٔ اعظم رسولِ مقبول حضرت مُحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت جزیرہ نمائے عرب کی سرزمینِ بُت پرستی کا مرکز

اعظم بنی ہوئی تھی۔ تہذیب و تمدن، اخلاق و شرافت کے فقدان کے زمانے میں بھی آپ مکارم اخلاق کے ایک نیر رخشندہ بن کر آسمانِ عرب پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ تکمیلِ انسانیت کے مظہرِ اتم بن کر عرب کے ریگستانِ بسیط کے کفر زار میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ آپ کا سینہ جواہرِ گنجینۂ شرافت کے ان دُربائے شہوار کا خزینہ تھا جن کی چمک دمک صدیاں گذرنے پر بھی کم نہ ہوئی اور نہ کبھی ہو گی"

ایک دوسرے مقام پر سوامی جی حضورِ اکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ گرامی میں یُوں والہانہ انداز میں وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ دل بے ساختہ ان کی عظمتِ تحریر، نُدرتِ افکار اور قُدرتِ بیان کی رنگینی اور پُختہ کاری کی داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں

"وہ غنچہ شگفتہ جسے پاؤں تلے مسل دینے کی کوشش کی گئی تھی، ایک ایسا خوشبودار پھُول بن کر مہکا کہ اس کی پنکھڑیوں کی رنگینی و رعنائی اور تازگی و لطافت، تشنہ کامِ رنگ و بُو بھنوروں کو اپنے طواف کے لئے چمنستان کے ہر گوشہ سے کھینچ لائی"

سوامی جی مزید فرماتے ہیں

"میری یہ رائے کسی جانبداری پر محمول نہ کی جائے کیونکہ میں نے بُت پرستی کے گہوارے میں آنکھ کھولی ہے۔ میرے بچپن کا سارا اثر پذیر زمانہ پتھر اور مٹی کی دیویوں کے پُجاریوں میں گُذرا ہے۔ اب بھی میں گنگا جل کو گُناہوں کی نجاست سے پاک کرنے والوں کا سامان اور چندن کے ٹیکہ کو نجاست کا باعث سمجھنے والے لوگوں کے درمیان رہتا ہوں۔ میری یہ آواز اعماق روح سے نکل رہی ہے اور اس غیر مُتعصب اور غیر جانبدار رویے کی اک تڑپ ہے جو نحیف و نزار جسم میں صداقت کی تلاش اور حق کی جستجو کے لئے کروٹیں لے رہی ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اپنے ضمیر کا ہمنوا ہو کر کہتا ہُوں. اظہار صداقت میں اس بات کی مجھے قطعی پرواہ نہیں کہ کسی شخص کے دل میں میرے لفظِ آتشیں سُوئی بن کر چُبھتے ہیں اور کسی کے زخم پر مرہمِ اعجاز کا پھایہ رکھتے ہیں اور یہ بات میرے لئے ہزار فخر و مباہات سے سرمایہ دار ہے کہ ۔

میرا ہر اندازِ مستی بے نیازِ جام ہے"

حضور پر نور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک غلام راسخ عرفانی کتنے پیارے الفاظ میں ہدیۂ نعت پیش کرتے ہیں جو کہ حمدِ باری تعالیٰ کے جذبات سے بھی لبریز ہے

حرفِ تسکینِ دل، زخمِ جاں کی دوا ، حمدِ ربّ علیٰ نعتِ خیر الوریٰ
رحمتوں کے جلو میں اِرم کی ہوا، حمد ربّ علیٰ نعتِ خیر الوریٰ
روئے گل میں ، بہاروں کی مہکار میں ، چاند تاروں کے قصرِ ضیاء بار میں
رونقِ کہکشاں ، حسنِ ارض و سما، حمدِ ربّ علےٰ نعتِ خیر الوریٰ
نُورِ ایماں کا روشن صحیفہ یہی ، حور و غلماں کے دل کا وظیفہ یہی
آسماں میں فرشتوں کی دلکش نوا ، حمدِ ربّ علیٰ نعتِ خیر الوریٰ
فیضِ توصیفِ حق از کراں تا کراں ،مدحِ مُرسل قرارِ دلِ بے کساں
سازِ احساس کا نغمۂ جانفزا ،حمدِ ربّ علیٰ نعتِ خیر الوریٰ
جب سفینے تلاطم میں گھرنے لگیں ، سائے آنکھوں میں غم کے بکھرنے لگیں
گُونجتی ہے تہہ بادباں جا بجا ،حمدِ ربّ علیٰ نعتِ خیر الوریٰ
برشگالِ کرم موجِ بحرِ سخا ، حرزِ قلب و نظر ، نسخۂ کیمیا
شافیٔ ہر مرض ، ردِ کرب و بلا ، حمدِ ربّ علیٰ نعت خیر الوریٰ
جانِ الفاظ و روح و وقارِ سخن حکمتِ نطق ، حُسنِ بہارِ سخن
یاس کی دھوپ میں ظلِ خُلد آشنا، حمدِ ربّ علیٰ نعتِ خیر الوری

عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب جذب وکیف اور وجد و شوق کے عالم میں حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سراپا کی عکاسی کرتے ہیں تو الفاظ کا دامن تنگ ہو جاتا ہے اور ثناء و مدحت کے نقوش تشنہ تکمیل رہ جاتے ہیں ۔ اُردو کے معروف نعت گو شاعر حافظ لدھیانوی نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے "جذبے کی کوئی زبان نہیں ہوتی ، آنسوؤں کا کوئی لہجہ نہیں ہوتا ، دھڑکنوں کا کوئی اسلوب نہیں ہوتا ۔ یہ سارے انداز ختم مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے قلبی تعلق کے مختلف مظاہر ہیں" مُسلمانوں پر ہی کیا منحصر ہے ، غیر مسلم شعراء نے بھی میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں انتہائی محبت اور والہانہ عقیدت و احترام کے جذبات کے ساتھ جو مدح سرائی ہے وہ لائق ستائش ہے ۔ ایک ہندو شاعر قیس جالندھری امرچند نے جتنے فصیح اور

بلیغ انداز میں اپنے وجد آفریں جذبات کو الفاظ کا لباس پہنایا ہے وہ مستحقِ تحسین و آفرین ہے

وہ ابرِ فیضِ نعیم بھی ہے ، نسیمِ رحمت شمیم بھی ہے
شفیق بھی ہے ، خلیق بھی ہے ، رحیم بھی ہے کریم بھی ہے
وہ حُسنِ سیرت کا ہے مرقع ، جمالِ حق ہے جمال اس کا
وہ پیکرِ فطرتِ معلےٰ ، شبیہِ خلقِ عظیم بھی ہے
وہ معنیٔ حسنِ آفرینش ، نظر نواز ہر اہلِ بینش
حبیبِ ربِّ جلیل بھی ہے ، جمیل بھی ہے ، سلیم بھی ہے
وہ علم و عرفان کا مدینہ ، خزینۂ راز اس کا سینہ
وہ پیکرِ نورِ سرمدی ہے ، وہ حُسنِ خلقِ عظیم بھی ہے
وہ حامل و صاحبِ شریعت وہ مُرشد و ہادیٔ طریقت
مُعلّم معرفت بھی وہ ہے ، رموزِ حق کا علیم بھی ہے
خلیل کی وہ دُعا کا ثمرہ ، کلیم نے اُس کی دی بشارت
وہ خاتمِ نعمتِ نبوّت ، ظہورِ لطفِ عمیم بھی ہے
کوئی یہ اُس کا وقار دیکھے ، پھر اس پہ یہ انکسار دیکھے
سرِ مُبارک پہ تاجِ اطہر تو دوش پہ اک گلیم بھی ہے
اُٹھائیں جن سے اذیتیں ، پھر اُنہی کے حق میں دُعائیں مانگیں
کسی میں یہ شانِ حلم بھی ہے؟ اور ایسا کوئی حلیم بھی ہے؟
وہ بقعۂ نور وہ مدینہ ، حضور خلوت نشیں ہیں جس میں
نعیم خُلدِ بریں بھی اس میں ، وہ رشکِ خُلدِ نعیم بھی ہے
ہَوا جو یثرب سے آ رہی ہے ، ہر اک کلی کو کھلا رہی ہے
یہی ہوا ہے نسیمِ رحمت ، یہی تو لُطفِ شمیم بھی ہے
جنابِ موسیٰ کلیم تھے ، میں مانتا ہوں کلیم ان کو
میرے پیمبر کا ہے یہ رُتبہ جلیس بھی ہے کلیم بھی ہے
یہ آپ کے قیس کا ہے ایماں ، حضور ہیں رہنمائے انساں
حضور کا جو نہیں ہے قائل ، شقی بھی ہے وہ لئیم بھی ہے

قرآن اور علومِ خمسہ

عنبرین اکرام ایم اے (سال دوم)
شعبہ اسلامیات یونیورسٹی آف پشاور

قرآنِ کریم فرقانِ حمید اللہ تبارک و تعالےٰ کی آخری، جامع اور کامل ترین کتاب ہے۔ اس میں بنی نوع انسان کے لئے ضروری تمام علوم کا ذکر موجود ہے جن کی مزید وضاحت پیارے محبوب شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، عالمِ علوم اولین و آخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے احادیث مُبارکہ میں فرمائی ہے۔ قرآنِ کریم کے ان علوم و معارف کو حقیقی معنوں میں اللہ تبارک و تعالےٰ جل جلالہٗ خود جانتا ہے یا پھر اس کے محبوب جناب احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم جانتے ہیں جن کی شان علمیت کا ذکر اللہ تبارک و تعالےٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

و علمک ما لم تکن تعلم و ذالک فضل اللہ یعطیک عظیما

(اور ہم نے آپ کو علم سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے) گویا حضور کے علم کو اللہ تبارک و تعالےٰ عظیم فرما رہا ہے۔ اب اللہ تعالےٰ جس چیز کو عظیم فرما دے کوئی بھی انسان اس کا احاطہ ہر گز ہر گز نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مومنوں کی یہ شان ہے کہ جو کچھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ سلم نے فرمایا ہے وہ بلا چون و چرا اس پر ایمان لاتے ہیں تو فرمودات رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق وہ کسی بھی قسم کے شکوک و شبہات کو اپنے دل و دماغ میں جگہ نہیں دیتے بلکہ ان کا یہ شعار ہوتا ہے کہ

عقل قرباں کُن بہ پیشِ مُصطفےٰ

چنانچہ علماءِ راسخین نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں قرآن مجید کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد علوم و معارف کے جو گراں قدر موتی جمع فرمائے ہیں۔ ان کی فہرست تو بہت طویل ہے لیکن علومِ پنجگانہ کو ان میں خصوصی اہمیت حاصل ہے جن میں درج ذیل علوم شامل ہیں۔ (۱) علم الاحکام

(ب) علم المخاصمہ (۳) علم تذکیر بالاء اللہ (د) علم تذکیر بایام اللہ (ح) علم تذکیر بالموت وبعد الموت۔

ان علوم خمسہ کی تفصیلات علماءِ اہلسنت کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں لیکن اس مضمون میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف "الفوز الکبیر" کی روشنی میں یہ علوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علم الاحکام

جس طرح شرح و تفصیل اہلِ فقہ نے بیان کی ہے۔ یعنی عبادات، معاملات، معاشرت و تمدن اور سیاست کے متعلق امور ذکر جس میں کسی حکم کے واجب، مُستحب، مُباح، مکروہ اور حرام ہونے کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

(۱) عبادات:

اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ شامل ہیں جنہیں ارکان اسلام بھی کہتے ہیں۔

(۱) نماز: نماز کا حکم قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر دیا گیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ"۔ ایک دوسری جگہ آیا ہے کہ "نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ"۔ حدیث شریف میں ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے"۔ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔

(۲) روزہ: اس کے لغوی معنی ہیں صوم یا صیام یعنی کسی کام سے رُک جانا یا باز رہنا۔ قرآن میں ہے کہ "اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا"۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل بالغ مرد و زن پر فرض ہے۔

(۳) زکوٰۃ: زکوٰۃ کے لفظی معنی پاک کرنا، بڑھنا اور افزائش کے ہیں اور اصطلاح میں زکوٰۃ مال کا وہ حصہ ہے جسے صاحبِ نصاب شریعت کے مطابق خُدا کی راہ میں دیتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ "اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے کچھ اچھی چیزیں جو ہم نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں ان میں سے کچھ

خیرات میں دے دو"۔ اسی طرح ہے کہ "بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے، نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے آپ کے پاس اجر ہے"۔ مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

(۴) **حج:** حج کے معنی ہیں قصد کرنا ارادہ کرنا جبکہ اصطلاحِ شریعتِ محمدیہ میں اس سے یہ مراد ہے کہ مقررہ ایام میں بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا اور چند مخصوص مناسک ادا کرنا، کعبۃ اللہ کی زیارت کرنا' حدیث القدسی میں ہے کہ "جس شخص کو کسی بیماری نے کسی واقعی ضرورت یا ظالم حکمران نے روک نہ رکھا ہو اور وہ اس کے باوجود حج نہ کرے تو چاہے کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی"۔ حدیث میں ہے کہ "کسی گناہ کے ارتکاب کئے بغیر جب کوئی حج سے لوٹتا ہے تو گویا وہ یوں ہو گیا کہ آج ہی پیدا ہوا ہو۔ تمام عمر میں ایک بار حج کرنا فرض ہے ایسے مسلمان مرد و عورت پر جو زادِ راہ رکھتے ہوں اور اس عرصے میں اہل خانہ کے اخراجات پورے کرنے کے لئے بھی سرمایہ رکھتے ہوں۔

(ب) معاملات:

یعنی انسانوں کے آپس میں لین دین اور قاعدے و قوانین جس کی وجہ سے عدل و انصاف قائم ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی حاجت کو پورا کرتا رہتا ہے"۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "ایک مسلمان کی جان' مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے"۔ قرآن میں ہے کہ "اے اہل عقل! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے"۔ ناپ تول کے بارے میں ارشاد ہے کہ "کم ناپنا حرام ہے"۔ اسی طرح ہے کہ "ناپ تول میں کمی نہ کرو"۔ یعنی معاملات میں حقوق العباد کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کی ادائیگی کی ترغیب دی جاتی ہے۔

(ج) تدبیرِ منزل: (معاشرتِ تمدن)

اس سے شاہ ولی اللہ گھریلو زندگی مُراد لیتے ہیں۔ جس میں نکاح' عدت' حقوق الزوجین' حقوق الوالدین' حقوق الاولاد' رشتہ داروں کے حقوق وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن میں ہے کہ "نکاح میں لاؤ جو تمہیں پسند آئیں' دو دو' تین تین' چار چار' پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم عدل و انصاف نہیں کر سکتے تو صرف ایک کرو"۔ والدین کے بارے میں ہے کہ "اور ہم

نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرے''۔ رشتہ داروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ'' ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات نہ توڑو' ایک دوسرے سے مُنہ نہ پھیرو' ایک دوسرے سے کینہ نہ کرو اور حسد نہ کرو اور خدا کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ'' (الحدیث)۔

حقوق الزوجین کے بارے میں حدیث میں ہے'' تم پر تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں''۔ قرآن مجید میں عدت کے بارے میں ارشاد ہے کہ ''اور مطلقہ عورتیں تین تین قروٗ تک انتظار (عدت) کریں''۔ قرآنِ مجید میں مہر کے بارے میں حکم ہے کہ ''بے شک ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان (مردوں) پر ان کی بیویوں کا مہر مقرر کیا ہے''۔

(د) سیاستِ مدن:

اس سے مُراد ملکی سیاست ہے اس حوالے سے قرآن میں دو طرح کے احوال ملتے ہیں (۱) حکام کے لئے احکام (۲) رعایا کے لئے احکام۔

قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ عدل کا تصور دو مستقل چیزوں سے مُرکب ہے ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان ان کے حقوق میں تناسب قائم ہو اور دوسرے یہ کہ اوروں کو اس کا حق دیا جائے۔ حدیث مبارکہ میں عدالتی امور میں عدل کے بارے میں فرمایا کہ'' اگر بات کرو تو عدل کے ساتھ کرو خواہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں''۔ یہاں تک کہ رعایا کو حکم دیا گیا ہے کہ ''تم اپنے امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ تمہارا غلام ہی کیوں نہ ہو''۔ احکام کے بارے میں ہے کہ ''اور ان کے معاملات آپس میں باہم مشورے سے طے پاتے ہیں''۔

علم المخاصمہ: (دیگر علم مباحثہ)

قرُآن میں یہود' مشرکین' نصاریٰ اور منافقین کے فرقوں پر بحث کی گئی ہے۔ اس مخاصمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ان کے باطل عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی برائیوں کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ (۲) قرآن میں مخاصمہ کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ ان گمراہ لوگوں کے شبہات کو بیان کیا ہے اور ان کے جوابات دلائل کے ساتھ دیئے ہیں اور ان کی خباثتوں کا ذکر دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس کی تفصیل متکلمین نے کی اور مخاصمہ سے مراد بحث و مناظرہ کا علم ہے۔

قرآن کریم میں مخاصمہ کی پہلی قسم کی مثال: اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ "اور کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے کچھ خبر نہیں انہیں اس بات کی اور نہ انکے باپ دادوں کو' کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے نہیں کہتے یہ مگر جھوٹ"۔ اللہ تعالےٰ کی شانِ قدوسیت و سبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کے جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرہ نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ ان کے ذخیروں میں صرف یہی رہ گیا ہے کہ ان کی زبان سے جھوٹی اور بدیہی البطلان (جس کا باطل ہونا ثابت ہے) بات نکلتی ہے۔

قرآن میں مخاصمہ کی دوسری مثال: اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمان تو ہم نہ پوجتے ان کو' کچھ خبر نہیں اس کی' یہ سب اٹکل دوڑاتے ہیں" یعنی یہ مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا جب ہم غلط کام کرتے اور اللہ کو پسند ہے جواب یہ ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ بدون خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہو سکتی لیکن اس چیز کا تمہارے حق میں بہتر ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا مشیت اور رضا میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں۔

علم التذکیر بآلاء اللہ:

یعنی اللہ تعالےٰ کی نشانیوں اور نعمتوں کا ذکر۔ اس باب میں قرآن کریم کے اُن امور کا ذکر ہے جس کا انسان محتاج ہے اور جس کے استعمال کرنے کا طریقہ اور تعلیم اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام اسے عطا فرمائی۔ مثال کے طور پر زمین اور آسمان کی تخلیق اور دوسری روحانی اور مادی قوتوں کا بیان۔ قرآن کریم میں تذکیر بآلاء اللہ کی مثال سورہ رحمٰن' سورہ ابراہیم کی ان آیتوں سے بھی اس علم پر روشنی پڑتی ہے جیسے کہ فرمایا گیا کہ "اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی۔ پس نکالا ساتھ اس کے میووں سے رزق واسطے تمہارے اور مسخر کیں واسطے تمہارے کشتیاں تو یہ کہ چلتی رہیں بیچ دریا کے' ساتھ حکم اس کے اور مسخر کیا واسطے تمہارے نہروں کو اور مسخر کیا واسطے تمہارے سورج اور چاند کو ہمیشہ پھرنے والے اور مسخر کیا واسطے تمہارے رات اور دن کو اور دیا تم کو بعض ہر چیز سے جو سوال کرتے ہو تم اس سے اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو تحقیق انہیں گن نہ سکو گے البتہ انسان ظلم کرنے اور کفر کرنے والا ہے"۔

علم تذکیر بایام اللہ:

یعنی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور بیان کردہ حالات اور واقعات کا علم۔ اس علم میں ان تمام واقعات کا علم شامل ہے جو اطاعت شعار بندوں کے لئے انعام اور نافرمان بندوں کی تعزیب اور عقوبت کے سلسلے میں آئے ہیں۔ اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے موجودہ لوگو! اگر تم نے بھی اس موجودہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بات مان لی تو کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر رُو گردانی اختیار کی تو اپنے انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جیسے سورۃ الفرقان میں ہے کہ "اور البتہ تحقیق' دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا ہم نے ساتھ اس کے بھائی اس کے ہارون کو وزیر' پس کہا ہم نے کہ تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ کہ جھٹلایا ہے انہوں نے نشانیوں ہماری کو۔ پس ہلاک کیا ہم نے ان کو ہلاک کرنا اور قوم نوح کو جب جھٹلایا انہوں نے پیغمبروں کو' غرق کیا ہم نے ان کو اور کیا ہم نے ان کو واسطے لوگوں کے نشانی اور تیار کیا ہم نے واسطے ظالموں کے عذاب درد دینے والا اور عاد کو' ثمود کو' اور رہنے والوں کنوئیں کے اور قرنوں کے درمیان اس کے بہت کو اور ہر ایک کے واسطے بیان کیں ہم نے مثالیں اور ہر ایک کو ہلاک کیا ہم نے ہلاک کرنے اور البتہ تحقیق آئے ہیں اوپر اس بستی کے کہ برسائی گئی ہے بارش' بُرا کیا پس نہ تھے دیکھتے اس کو بلکہ تھے نہ اُمید رکھتے جی اٹھنے کی اور جس وقت کے دیکھتے ہیں تجھ کو نہیں پکڑتے تجھ کو مگر تمسخر (ٹھٹھا) کیا یہی ہے جس کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کر کے تحقیق نزدیک تھا کہ گمراہ کردے ہم کو معبودوں ہمارے سے اگر نہ صبر کرتے ہم اوپر ان کے اور البتہ جانیں گے جب دیکھیں گے عذاب کو' کون شخص بہت گمراہ ہوا ہے راہ سے"

علم تذکیر بالموت وما بعد الموت:

اس باب میں شاہ ولی اللہ کے قول کے مطابق موت اور موت کے بعد پیش آنے والے واقعات اور حالات کا بیان ہے۔ اس میں موت کا برحق ہونا اس کی کیفیات' عالمِ نزع کی حالت، موت کے سامنے انسان کی عجز و درماندگی اور جنت اور جہنم ان تمام امور سے آگاہی اور اس سے متعلق احادیث اور واقعات کے ذریعے وعظ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "پس نصیحت ہے کہ سوا اس کے نہیں کہ تو نصیحت کرنے والا ہے' نہیں تو اوپر ان کے داروغہ" (الغاشیۃ ۲۱-۲۲)

باقی صفحہ ۸۲ پر

مزارِ صحابی سرکار کے غسل کی روح پرور تقریب

رپورٹ: سیّد محمد انور شاہ قادری

حضرت ابوالبرکات سیّد حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ گرامیٔ قدر حضرت سیّد عبداللہ شاہ قادری گیلانی المعروف صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُر انوار پاکستان کے مشہور و معروف تاریخی قبرستان مکلی ضلع ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں واقع ہے۔ ہر سال ۱۵ رجب المرجب کو اس مُقدس مزار کو غسل دیا جاتا ہے جس میں شریک ہونے کے لئے پُورے ملک سے عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔ پشاور سے ہر سال صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قُطب الارشاد، بقیۃُ السلف، حجۃُ الخلف، جامع شریعت و طریقت علامہ سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب کے صاحبزادگان اور مُریدین بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ پشاور سے حضرت سیّد نُور الحسنین قادری گیلانی المعروف سُلطان آغہ کی قیادت میں درج ذیل حضرات نے اس روح پرور تقریب میں شمولیت کی۔ سیّد علاء الدین علی قادری گیلانی المعروف شوکت آغہ، اُستاد فدا محمد، ڈاکٹر خالد نُور قادری، حکیم شاہ محمد قادری، محمد اجمل قادری، فرمان الٰہی قادری، محمد جہانگیر قادری، لالہ عبدالسلام، محمد اختر قادری، محمد سلیم قادری، غلام مصطفیٰ قادری، محمد سہیل قادری، سیّد یاسر بخاری قادری، سیّد حبیب شاہ قادری، سیّد حکیم شاہ قادری، سیّد کامران شاہ قادری، محمد سراج قادری، محمد عنایت قادری اور سیّد محمد انور شاہ قادری (راقم الحروف)۔

روانگی: قادری برادران کا یہ قافلہ ۲ نومبر ۱۹۹۸ء / ۱۲ رجب ۱۴۱۹ھ بروز پیر صبح آٹھ بجے عوامی ایکسپریس میں پشاور سے روانہ ہوا۔ جب لاہور پہنچے تو جناب طارق قادری اور جناب محمد اختر قادری کے بھائی اکبر علی لاہوری ریلوے سٹیشن پر بڑے پُر تکلف کھانے اور خورد و نوش کا دیگر سامان لئے موجود تھے۔ جبکہ روہڑی پر ہمارے سندھ کے ایک قادری بھائی جناب کاشف قادری استقبال کے لئے تشریف لائے تھے۔

ورود مزار شریف: ہم لوگ دوسرے دن بروز منگل تقریباً تین بجے حیدر آباد ریلوے سٹیشن پر اترے تو جناب اکرم صاحب پشاوری اور جناب اکبر علی قادری سندھی ہمیں لینے کے

لئے وہاں آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے فوراً ٹھٹھہ کے لئے ایک گاڑی کا انتظام کیا اور پانچ بجے ہم لوگ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر پہنچ گئے۔ گاڑی سے سامان وغیرہ اُتارا اور کیمپ میں رکھا جو مزار شریف کے احاطہ میں جناب اکرم صاحب اور اکبر بھائی نے پہلے ہی سے تیار کر رکھا تھا۔ پھر صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی اور نمازِ مغرب مزار شریف سے ملحق مسجد میں مولانا ابو السراج مُحمد طفیل احمد نقشبندی (خطیب دربارِ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و ڈسٹرکٹ خطیب ٹھٹھہ) کی اِقتداء میں ادا کی اور کیمپ میں واپس آ گئے۔ رات کے کھانے سے فراغت اور نماز عشاء کے بعد دوبارہ جناب سُلطان آغہ جی صاحب کی رہنمائی میں مزارِ اقدس پر حاضری دی، وہاں کچھ دیر تک ذکرِ جہر میں مشغول رہے اور واپس آکر سو گئے۔ چونکہ سفر کی تھکاوٹ تھی اس لئے تمام حضرات جلد ہی نیند کی وادیوں میں پہنچ گئے۔ میں بھی جلد ہی سو گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد چیخ و پکار سے آنکھ کھل گئی۔ ایک عورت چلا رہی تھی اور بار بار یہ الفاظ دُہرائے جا رہی تھی "ارے مجھے مت مار، مجھے مار کر تمہیں کیا ملے گا، اے صحابی! اے صحابی! مجھے چھوڑ دے میں تمہاری منت کرتا ہوں مجھے جانے دے۔ آئندہ میں اسے تنگ نہیں کروں گا پھر میں نہیں آوں گا، نہیں آوں گا، نہیں آوں گا، ہائے بابا تو نے میری گردن توڑ دی، ہائے میری گردن ٹوٹ گئی، اب میں چلنے کے قابل نہیں رہا، اب میں کیا کروں گا" تقریباً ایک گھنٹے تک وہ اسی کیفیت میں مُبتلا رہی اور پھر خاموش ہو گئی۔ تو میں پھر بھی کافی دیر تک جاگتا رہا، اس کے بعد آنکھ لگ گئی یہاں تک کہ موذن نے جب فجر کی اذان شروع کی تو میں جاگ اٹھا اور جناب اکبر علی قادری صاحب کے ساتھ جامشورو یونیورسٹی سندھ چلا گیا اور وہاں سے رات کو واپس دربار پہنچے تو سندھ اور کراچی سے کئی دیگر قادری برادران بھی تشریف لا چکے تھے ہم سب عشاء کی نماز کے بعد سُلطان آغہ جی صاحب کے ہمراہ کافی دیر تک دربار صحابی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذکرِ جہر کرتے رہے، اس روز ذکرِ جہر کے دوران بڑا لطف آیا اور کیف و سرُور تمام مجلس پر طاری رہا۔

تقریبِ غسل مبارک: جمعرات کے دن غُسل مبارک کی تقریب ہوئی۔ یہ مزار مبارک چونکہ اوقاف کے کنٹرول میں ہے اور یہاں اوقاف کے دفتر میں گریڈ ۱۶ کا ایک منیجر اس کے ساتھ کلرک اور چار خادم باقاعدہ ملازم ہیں جو مزار شریف کے تمام اُمور، معاملات کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس موقع پر اوقاف کے دفتر سے تقریباً چار سو کارڈ جاری کئے جاتے ہیں اور جن

لوگوں کے پاس یہ کارڈ ہوتے ہیں صرف وہی مزار شریف کے اندر جا کر غُسل مبارک کی اس تقریب میں شامل ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ یہ لوگ تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر سے ہی مزار شریف کے احاطہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اڑھائی بجے مزار مبارک کا دروازہ کھولا گیا تو تمام لوگ اندر جانے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے اس دھکم پیل میں بہت سے زائرین کو چوٹیں بھی آئیں، خود ہمارے تقریباً تمام آدمی متاثر ہوئے۔ اندر داخل ہونے کے بعد ہر شخص پانی سے بھرا ہوا مٹی کا ڈولہ (گھڑا) اٹھائے صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبرِ انور پر انڈیلنے کا شرف حاصل کرنے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح بعض لوگوں کے پاس عرقِ گلاب بھی تھا، وہ اس کے ساتھ غُسل کی اس تقریب میں شامل ہوئے۔ باقی لوگ غسالہ (قبر مبارک سے نیچے فرش پر آنے والا پانی) برتنوں میں جمع کرتے رہے۔ غسل دینے کے بعد مزار مبارک پر چادریں چڑھائی گئیں اور تاج پوشی کی گئی۔۔۔ اس موقع پر سُلطان آغہ جی صاحب نے بھی ایک چادر چڑھائی جو آپ پشاور سے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ آخر میں پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں اور اجتماعی دُعا جناب سُلطان آغہ جی صاحب نے کروائی اور اس سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے کیمپ میں لنگر تقسیم فرمایا۔ اس روز اوقاف کی طرف سے بھی لنگر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس موقع پر غسل مبارک کی روح پرور تقریب میں پشاور سے آنے والے مذکورہ بالا قادری برادران کے علاوہ کراچی سے آئے ہوئے مُحمد اکرم، مُحمد حیات قادری، ابراہیم، داؤد، مُحمد جمیل قادری، سید یاسر علی شاہ قادری، حفیظ الرحمان، محمد صدیق بابا پشاوری جبکہ ٹنڈو اللہ یار (سندھ) سے اکبر علی قادری، خوشنود علی قادری، مُحمد سلیم قادری، ڈاکٹر مُحمد اسلم قادری، سلیم احمد قادری اور جناب ندیم احمد قادری، روہڑی (سندھ) سے مُحمد کاشف قادری نے بھی سُلطان آغہ جی صاحب کی معیت میں شمولیت کا اعزاز حاصل کیا۔ تقریب کے اختتام پر یہاں کے بعض افراد نے سلسلۂ عالیہ قادریہ حسنیہ میں جناب سُلطان آغہ جی صاحب مدظلہ العالی کے دستِ اقدس پر بیعت ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔

زائرین: صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُر انوار پر تشریف لانے والے زائرین کو تین انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول الذکر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو حضرات اولیاء کرام کے مُعتقد ہوتے ہیں اور حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات سے استفادہ

کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں جبکہ ایک قسم ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو قبرستان مکلی کی تاریخی اہمیت اور یہاں پر موجود قدیم مقابر اور آثارِ قدیمہ کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر لوگوں کی آمد و رفت اور بھیڑ دیکھ کر وہ بھی ادھر آ جاتے ہیں جبکہ تیسری قسم ایسے پریشان حال، دکھ درد اور غموں کے مارے ہوئے لوگوں کی ہوتی ہے جو طبیبوں سے لاعلاج ہو کر صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کا رُخ کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر آنے والوں کو اکثر اس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو چیختے چلاتے ہوئے بے تکی، بے ربط اور عقل سے ماوریٰ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو چیخ و پکار کے ساتھ ساتھ احاطۂ مزار میں دوڑ لگاتے ہیں، دیواروں سے سر ٹکراتے ہیں، پٹخیاں اور قلابازیاں کھاتے ہوئے زمین پر گر پڑتے ہیں۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس دوران انہیں کوئی خاص چوٹ نہیں آتی۔ حالانکہ جس طرح دھڑام سے بے ساختہ پُختہ فرش پر گرتے ہیں تو چاہیئے کہ ان کے ہاتھ پاؤں یا پسلی وغیرہ کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں لیکن انہیں پرواہ بھی نہیں ہوتی اور اُٹھ اُٹھ کر دوبارہ دوڑنا اور قلابازیاں لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کی اس کیفیت کو "حاضری" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو آدھ گھنٹے سے لے کر دو گھنٹے تک جاری رہتی ہے اور اس موقع پر بعض مریض تو صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شانِ اقدس میں گُستاخی کا ارتکاب بھی کرتے ہیں اور آنجناب کے متعلق نازیبا کلمات بھی زبان سے نکالتے رہتے ہیں۔

دراصل یہ لوگ بڑے قابلِ رحم ہوتے ہیں ان میں سے اکثریت ذہنی امراض کا شکار ہوتی ہے جو ماہرینِ نفسیات سے علاج کرواتے رہتے ہیں لیکن یہ ڈاکٹر صاحبان ان کے مرض کی اصل وجہ اور سبب تلاش کر کے اسے ختم کرنے کی بجائے اندھیروں میں تیر زنی کرتے رہتے ہیں اور مسکن ادویات کے مسلسل استعمال سے ان کے اندر جسمانی کمزوری بھی پیدا ہو جاتی ہے اور یُوں یہ ذہنی مریض زندہ لاش بن کر اپنے آپ کو معاشرے پر بوجھ سمجھنے لگتے ہیں اور وہ خود کشی کے ارتکاب سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس قسم کے ہزارہا مریض پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں تک سندھ اور خصوصاً کراچی کا تعلق ہے تو اس علاقے کے اکثر مایوس و لاعلاج نفسیاتی مریض حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر آتے ہیں اور مہینوں بلکہ سالوں تک یہیں مقیم رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کی نظرِ کرم سے اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ نصیب فرما دیتا ہے تو وہ اپنے گھروں کو جب صحت و تندرستی کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں تو لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی ہے اور ان کو دیکھ کر دُوسرے مریضوں کے لواحقین بھی یہاں کا رخ کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو حضرات اولیاء اللہ کے فیوض و برکات کے منکرین بھی وقت پڑنے پر حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار اقدس میں حاضر ہوئے اور جب مراد بر آئی اور آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان کرم کا مشاہدہ عین العلم اور عین الحق کے مقام سے کیا تو تائب ہوئے۔

نفسیاتی مریضوں کے علاوہ دوسرے نمبر پر ایسے غمزدہ اور پریشان حال لوگ یہاں آتے ہیں جو جادو ٹونے، ٹوٹکے اور کالے علم کے گرداب میں پھنسے ہوتے ہیں۔ ہمارے پورے ملک خصوصاً سندھ میں یہ کاروبار بڑے عروج پر ہے اور بنی نوع انسان کے دشمن مسلم و غیر مسلم عاملین حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں جنہوں نے لوگوں کو اپنے فریب میں پھنسانے اور ان سے دولت بٹورنے کا یہ مذموم دھندہ اختیار کر رکھا ہے اور ہمارے اکثر سادہ لوح ہم وطن خصوصاً عورتیں ان کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر دوسروں کا گھر اُجاڑنے اور اپنی عاقبت برباد کرنے میں مشغول رہتی ہیں۔ یوں پُر امن خوشحال گھرانے میں نفاق پیدا کرنے ساس و بہو، میاں بیوی اور ماں بیٹے کے درمیان ناچاقی اور اختلافات پیدا کرنے اور صحت و تندرستی کو بیماری و بے چینی میں بدلنے کے لئے اس ظالم اور بدقماش طبقے کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور انسان پر جو تکلیف آتی ہے اسی کی طرف سے آتی ہے اور اس میں پوشیدہ حکمت سے بھی وہی آگاہ ہے۔ لیکن لوگ اپنے خُبثِ باطن اور بے ایمانی کا ثبوت فراہم کر کے مخلوقِ خُدا کو پریشان کرنے کی ناجائز کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اس ناپاک جدو جہد سے متاثر ہونے والے جادو اور سِفلی علوم کے توڑ کے لئے جب عاملوں اور جعلی روحانی طبیبوں سے مایوس ہو جاتے ہیں تو حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ اقدس ان کا آخری سہارا ہوتا ہے اور حضرات اولیاء اللہ کا تو یہ خاصہ ہے کہ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد اور مخلوق خدا تعالیٰ کی خدمت میں بسر ہوتی ہے اور وصال کے بعد تو ان کے روحانی فیوض و برکات اور قربِ الٰہی میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ درمیان میں سے جسم کا حجاب (پردہ) اُٹھ جاتا ہے۔ تو اس طرح حضرت صحابی بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ اقدس گذشتہ تقریباً تین صدیوں سے مرجع

خواص و عوام چلا آ رہا ہے ۔ اور بے شمار خواتین و حضرات عاملین کے ڈسے ہوئے ان کے کالے علم کی قید سے آزادی حاصل کر چکے ہیں اور الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے ۔ اگرچہ بعض شقی القلب افراد مذکورہ بالا مریضوں کی حاضری والی حالت دیکھ کر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں ، ہنستے ہیں ، ساتھ ساتھ ان پر طنز کرتے جاتے ہیں اور تند و تیز تنقید کے نشتر بھی برساتے رہتے ہیں ۔ کچھ اسے ڈرامہ بازی قرار دیتے ہیں لیکن صاحبانِ بصیرت بارگاہِ الٰہی میں دستِ دعا بلند کرتے ہوئے اس حالت سے پناہ مانگتے ہیں اور صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وسیلے سے ان مریضوں کی صحت یابی اور تندرستی کے لئے بھی دعا کرتے ہیں ۔

تاثرات : ہمیں تین دن صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربارِ اقدس میں رہنے اور آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات سے استفادہ کرنے کا موقع ملا اس عرصے میں کئی حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں جنہوں نے اپنے تاثرات و مشاہدات بیان کئے ان میں سے چند افراد کے تاثرات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ۔

جناب عمر ہاشمی قادری : آپ کی عمر اس وقت ننانوے سال ہے تقسیم ہند سے قبل عالمِ جوانی میں سندھ تشریف لائے اور نواب شاہ میں زیورات اور ہیرے جواہرات کا کاروبار شروع کیا جب لسانی فسادات شروع ہوئے تو ایک رات ان کے گھر پر غنڈے حملہ آور ہوئے ۔ بیوی و بچوں کو قتل کر دیا اور مال و اسباب لوٹ کر لے گئے ۔ یہ چونکہ تجارت کے سلسلے میں کراچی گئے ہوئے تھے اس لئے بچ گئے واپسی پر دوکان وغیرہ بیچ کر اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی اور خود حضرات اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دیتے رہے ۔ پھر ۱۹۷۰ء سے اب تک یہاں صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس میں فروکش ہیں ۔ آپ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا

" میرے یہاں قیام کے ابتدائی دنوں کا واقعہ ہے کہ میں چونکہ گھر بار اور بیوی بچوں کے غم میں اکثر پریشان رہتا ، نیند نہیں آتی تھی اور تمام رات صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف کے احاطہ میں گھومتے ہوئے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ۔ اس طرح ایک رات حسب معمول میں گھوم رہا تھا کہ اچانک ایک خطرناک بلا مجھ پر حملہ آور ہوئی ، میں بھی چونکہ اس زمانے میں خاصہ طاقتور تھا اس لئے بلا کے ساتھ مقابلے پہ ڈٹ گیا کبھی وہ بلا مجھے گرا لیتی اور کبھی میں اسے پچھاڑ دیتا ۔ یہاں تک کہ کچھ دیر تک مقابلے کے بعد میں بہت زیادہ تھک گیا اور اس بلا نے مجھے اچھی طرح قابو میں کر لیا اور اپنے پنجوں میں میری گردن دبوچ لی ، قریب تھا

کہ میں دم گھٹنے سے موت کی وادی میں چلا جاتا کہ اچانک میرے مُنہ سے نکلا یا صحابی سرکار! مجھے بچائیے۔ اس کے ساتھ ہی بلا کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ مجھے چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اس طرح صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اس بلا سے بچا لیا۔ چنانچہ اب تک صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں پڑا ہوں۔ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ کرم سے ضرورت کے مطابق خرچہ مل جاتا ہے۔ جب پان ختم ہو جاتے ہیں تو پان لینے کے لئے کراچی جاتا ہوں اور پھر آ کر یہاں پڑا رہتا ہوں۔ اس طرح صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں میرے اٹھائیس برس گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کو دیکھا جو یہاں عرصۂ دراز تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات سے حصہ پا کر بلند مقامات حاصل کئے۔ حضرت سیّد قاسم علی شاہ بخاری (ٹھٹھہ) حضرت سیّد ولایت علی شاہ (ملیر سٹی کراچی)، حضرت عبدالشکور ملنگ بابا (بالاحصار پشاور)، حضرت صلاح الدین بابا (کوٹری حیدر آباد سندھ) اور حضرت لال سائیں (کلفٹن کراچی) جیسے جلیل القدر بزرگوں کو میں نے صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں سے فیضیاب ہوتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔ اس ناچیز پر بھی صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت نوازشات ہوئی ہیں ان میں سے سب سے بڑا احسان صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فرمایا کہ اپنے فیوض و برکات کے امین، ولایت کے ماہِ مبین، صحابیٔ ثانی حضرت سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی قدس سرہ جیسا منفرد و بے مثال مُرشد عطا فرمایا جو آپ کی اولادِ امجاد میں سے پشاور میں مقیم ہیں اور آپ کی صورت و سیرت کا حسین مرقع ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقے میں مُرشدِ پاک کا سایہ ہمارے اور آپ سب کے سروں پر قائم و دائم رکھے (آمین)"

حضرت علامہ مولانا مُحمد طفیل نقشبندی دربار صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملحق مسجد کے خطیب ہیں اور ڈسٹرکٹ خطیب ٹھٹھہ کے عہدے پر بھی فائز ہیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "میں نے درسِ نظامی کی تکمیل اہلسنت بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء کرام سے کی، اس لحاظ سے سُنی، حنفی بریلوی ہوں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت بھی ہوں لیکن میں نے جب فقہاءِ کرام کے اختلافات کا مطالعہ کیا تو میں پریشان ہو گیا اس عرصہ میں اہلحدیث علماء کی کتابیں بھی نظر سے گزریں اور ان کے دلائل نے میری توجہ اپنی طرف کھینچ لی اور بعید نہ تھا کہ میں

تقلید سے روگردانی اختیار کر کے اہلحدیث کے زُمرہ میں داخل ہو جاتا کہ حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نوازشات سے بارگاہِ نبوّت میں حاضری ہوئی اور وہاں سے اپنے مسلکِ اہلسنت پر میری تسلی و تشفی ہوئی اور یوں مجھے اطمینان حاصل ہو گیا کہ یہی طریقہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں پسندیدہ ہے۔

غسل مبارک کی تقریب سے فراغت کے بعد ہم لوگ اپنے کیمپ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اوقاف ایڈمنسٹریٹر جناب سلیم صاحب اور دربار صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منیجر اوقاف جناب جمیل احمد صاحب تشریف لائے۔ سلیم صاحب قبل ازیں تین مختلف اوقات میں یہاں پر منیجر اوقاف کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں اور آج کل ایڈمنسٹریٹر اوقاف حیدر آباد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لیکن صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غسل مبارک کی اس تقریب میں شمولیت کے لئے آئے ہوئے تھے انہیں معلوم ہوا کہ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد پشاور سے تشریف لائی ہے تو وہ ملنے کے لئے آئے کافی دیر تک ان کے ساتھ گفتگو جاری رہی۔ انہوں نے صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے شمار فیوض و برکات جو خود ملاحظہ کئے وہ ہمیں بتائے ان میں سے ایک واقعہ قارئین "الحسن" کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

"یہ غالباً ۱۹۷۸ء / ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے میں یہاں دربار شریف میں اوقاف مینیجر کی حیثیت سے تعینات تھا کہ ایک افغانی آیا جو افغانستان کی فوج میں جرنیل یا اسی طرح کے کسی اعلیٰ عہدے پر فائز تھا جو راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور افغانستان کے معاملات میں روس کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے خلاف تھا اور اکثر میٹنگز میں اس کے خلاف کھل کر بولا کرتا تھا، کمیونسٹوں نے اسے کھانے میں کوئی ایسی چیز ملا کر کھلائی جس سے اس کی قوتِ گویائی جاتی رہی اس نے کافی علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ آخر کار اسے خواب میں گولڑہ شریف جانے کا اشارہ ہوا، چنانچہ وہ پاکستان آیا اور گولڑہ شریف پہنچا تو وہاں چند دن رہنے کے بعد اسے حکم ملا کہ ٹھٹھہ میں جہاں صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر جاؤ تمہارا کام وہاں سے ہو گا۔ چنانچہ وہ یہاں آیا تو جو کچھ اس کے پاس تھا وہ سب یہاں صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فقراء و درویشوں میں بانٹ دیا اور صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں بیٹھ گیا۔ پھر قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ اسی عرصے میں اس نے اپنے اندر تبدیلی

محسوس کی اور وہ بلند آواز سے تلاوت کرنے لگا، اس کی یہ حالت تمام لوگوں نے دیکھی، وہ بے انتہا خوش تھا۔ اس نے اپنی مذکورہ بالا کہانی مجھے سُنائی اور کہنے لگا کہ میں تو اپنا سب کچھ آپ کے سامنے تقسیم کر چکا ہوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قدر جلد میری مراد بر آئے گی اور صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقے میں میری قوتِ گویائی بحال ہو جائے گی۔ بہر حال اب میرے پاس واپسی کے لئے کرایہ بھی نہیں ہے۔ آپ مجھے کچھ رقم دے دیں تاکہ میں کراچی پہنچ جاؤں وہاں میرے جاننے والے موجود ہیں، چنانچہ میں نے اسے کرایہ دیا اور وہ چلا گیا۔

جناب رجب علی دربار حضرت صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خادم خاص حاجی رمضان صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے بتایا "ایک مرتبہ ایک شخص کی بیٹی گم ہو گئی جس کی عمر پانچ سال تھی وہ تین سال تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن وہ نہ ملی۔ لڑکی کی ماں صاحبزادی کی جُدائی اور فراق میں بیمار پڑ گئی بیٹی کی گمشدگی اور بیوی کی بیماری نے اس شخص کو بھی نڈھال کر دیا۔ انہی دنوں اس شخص کو ایک سفید ریش بزرگ نے فرمایا تم صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر جاؤ اور ان سے فریاد کرو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہاری بیٹی مل جائے گی۔ چنانچہ وہ شخص یہاں آیا اور تین دن تک یہاں رہنے کے بعد مایوس ہو کر واپس لوٹنے لگا تو اسے ایک آدمی نے سمجھایا کہ بابا! تم مایوس کیوں ہو گئے ہو؟ پہلے مانگنے کا سلیقہ سیکھو پھر سوال کرو دیکھو پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ یعنی طریقہ یہ ہے کہ اندر جاؤ تو صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلام کرو پھر درود شریف پڑھو، پھر الحمد شریف، قل شریف اور جتنا قرآن یاد ہو وہ پڑھو پھر درود شریف جس قدر پڑھ سکتے ہو پڑھتے رہو اور جب تھک جاؤ تو اس کا ثواب صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پر فتوح کو بخش کر اپنے مقصد کے حصول کے لئے دُعا کرو۔ اس نے اس پر عمل کیا اور دُعا کے بعد جب باہر نکلا تو اس کی بیٹی ایک بزرگ سفید ریش کے پاس کھڑی تھی وہ دوڑا اور اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔ وہ بزرگ بولا میں تو تین سال سے اسے اپنے ساتھ گھما رہا ہوں تاکہ اس کے والدین اگر دیکھ لیں تو لے جائیں آج صحابی سرکار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نظرِ کرم فرمائیں اور اس کے والدین مل جائیں تو ان کی بیٹی ان کو پہنچا دوں۔ شکر ہے میری آرزو صحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پُوری فرما دی۔

برادرم اکبر علی صاحب قادری (سندھ) اور جناب ابراہیم سلیمان (کراچی) اور حاجی عبدالسلام (کراچی) نے اپنے اور کئی دیگر لوگوں کے حالات بیان کئے کہ وہ کس قدر بے کسی اور تکلیف میں سحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفایاب ہوئے۔

واپسی:

غسل شریف کے بعد اگلا دن یعنی جمعۃ المبارک بھی ہم نے دربار شریف میں ہی گذارا اور مغرب کی نماز کے بعد حضرت سحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار شریف میں الوداعی حاضری دی۔ نمازِ مغرب جناب سُلطان آغہ جی صاحب نے مسجد میں پڑھائی اور پھر دربار میں موجود تمام حضرات جمع ہو گئے، جلوس کی شکل میں ہمیں مین گیٹ تک لائے۔ سُلطان آغہ جی صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے اور ہم لوگوں پر گُلپاشی کرتے رہے۔ گیٹ پر سب سے مصافحہ و معانقہ کرنے کے بعد ہم دو سوزوکی گاڑیوں میں بیٹھ گئے جن کا اہتمام برادرم مُحمد جمیل قادری اور حفیظ الرحمان صاحب نے کیا تھا۔ یہ دونوں پشاور کے باشندے ہیں اور حضور مولوی جی صاحب کے انتہائی معتقد ہیں۔ ان کے آباء و اجداد بھی اس گھرانے سے بڑی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ ان دو نوجوان دوستوں نے تین دن تک ہماری بڑی خدمت کی، اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر شب و روز ہمارے پاس رہے۔ اللہ تبارکؑ و تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے ساتھ ساتھ مُحمد اکرم اور اکبر علی قادری نے بھی تمام مصروفیات ترک کرتے ہوئے ہمارے آرام و آسائش کا پُورا پُورا اہتمام کیا۔ نیز رجب علی صاحب اور حاجی عبدالسلام صاحب نے بھی سحابی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت سے ہماری بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم عنایت فرمائے --- آمین ---

جناب مُحمد جمیل قادری، حفیظ الرحمان اور مُحمد اکرم ہمیں جنگ شاہی ریلوے سٹیشن تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ چنانچہ رات کو دس بجے ہم خوشحال ایکسپریس میں بیٹھے اور اندرون سندھ پنجاب کے جنوبی اضلاع سے گزرتے ہوئے اتوار کے دن گیارہ بجے واپس پشاور پہنچے۔ سٹی ریلوے سٹیشن پر اتر کر ایک گاڑی میں سوار ہوئے اور تمام حضرات نے یکہ توت شریف حاضری دی۔ قبلہ مولوی جی صاحب سے ملاقات کی، وہاں چائے نوش کی اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

منقبت بحضور سیّد عبداللہ شاہ صحابی قادری گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نتیجۂ فکر : ابو القائد آفاق ظفر کیفی چشتی قادری

سیّد عبداللہ صحابی شہنشاہِ معرفت
واقفِ سرِّ الٰہی تاجدارِ شش جہت

عارف باللہ ، رئیس الاتقیاء ، روشن ضمیر
مظہرِ نورِ رسالت یہ محمدؐ کے سفیر

غوث الاعظم شاہ جیلانی کی نسلِ پاک سے
آپ کی نسبت ہے واضح سیّدِ لولاک سے

آپ ہیں سبطِ حسن ابنِ علیؑ المرتضیٰ
منعکس روشن جبیں میں عکسِ نورِ مصطفیٰ

سیّدِ لولاک کی عظمت کا پرتو آپ ہیں
مہرباں ، مشفق ، سلیم الطبع ، ماہ رو آپ ہیں

منکشف مجھ پر ہوا شاہ کے مزار پاک سے
رحمتیں صبح و مسا برسیں ہیں ہفت افلاک سے

قدسیانِ عرش صبح و شام آتے ہیں یہاں
آپ کی تربت پہ ہے ظلِ الٰہی ہر زماں

آپ کی تعریف میں رطب اللساں پیر و جواں
رحمتوں کا ہے خزینہ آپ ہی کا آستاں

جن کی نسلِ پاک کا ہے بچہ بچہ قطب و غوث
طاہر و مطہر، مصفا ، پاکدامن اور بے لوث

آپ نے بغداد چھوڑا ہے خُدا کے حکم سے
سندھ میں تشریف لائے مصطفیٰؐ کے حکم سے

ابتداء میں آپ کا مسکن رہا بغداد میں
عمر گذری بعد ازاں ٹھٹھہ میں خدا کی یاد میں

ذکرِ ربّ العالمیں وردِ زباں ہر دم رہا
خالقِ اکبر سے قائم رکھا اپنا رابطہ

کج کلاہانِ زماں خادم بنے سرکار کے
بادشاہانِ زماں جاروب کش دربار کے

آپ تھے غواص بحرِ معرفت قطبِ مدار
قبضۂ قدرت میں تھی تبدیلیٔ شہر و دیار

سیّد عبداللہ صحابی رہبرِ دینِ متیں
عاشقِ حضرت محمد سرورِ دُنیا و دیں

آپ کو بخشی خُدا نے عزت و اعلیٰ مقام
اہلِ دانش ، اہلِ دل ، اہلِ نظر میں نیک نام

آپ کا اسمِ گرامی لب پہ ہے ہر دم مدام
سر جھکائیں آپ کی تعظیم میں سب خاص و عام

تابشِ نُورِ رسالت سیّد عبداللہ ولی
آپ ہیں سبطِ حسن المجتبیٰ ابنِ علی

ظلمتِ کفر و ضلالت کو مٹا کر رکھ دیا
شرک کی تہذیب کو یکسر جلا کر رکھ دیا

ہر طرف پھیلا دیا وہ نُورِ قرآن مبیں
ہے مُنوّر آج بھی اس شہر ٹھٹھہ کی زمیں

آپ نے بھٹکے ہوؤں کو دی صراطِ مستقیم
اور ہدایت یافتہ کو کر دیا موسیٰ کلیم

آپ کے دستِ مبارک پر مسلماں ہو گئے
غیر مسلم لوگ سب پاکیزہ انساں ہو گئے

بہرور اخلاقِ حسنہ سے ہوئے جاہل تمام
آپ نے ان کے بدل کر رکھ دیئے سب صبح و شام

آپ کے نطقِ مبارک کی یہ سب تاثیر تھی
شہر ٹھٹھہ میں ہر اک سُو علم کی تنویر تھی

سونے والوں کو بنایا آپ نے شب زندہ دار
جاگنے والوں کی ارواح کو دیا ہے افتخار

ان کو پابندِ شریعت کر دیا جو کچھ نہ تھے
مل گئی شہرت انہیں، عزت انہیں، جو کچھ نہ تھے

اولیاءِ وقت کو درجے یہاں سے مل گئے
پھول اُمیدوں کے اس آب و ہوا میں کھل گئے

آپ کی نظرِ کرم کا فیض ہر سُو عام ہے
فیضِ روحانی کا اجراء دیکھ صبح و شام ہے

رحمتِ یزداں برستی ہے مزارِ پاک پر
مہرباں خُود ربّ ہوا اس سرزمیں کی خاک پر

آج بھی جاری ہے تیرا فیض عبداللہ ولی
مطلعِ آفاق پر لکھی ہے یہ آیت جلی

بقیہ: قرآن اور علومِ خمسہ

سورۃ فاطر میں تخلیق انسانی کا ذکر ملتا ہے کہ "اگر چاہے لے جاوے تم کو اور لے آوے پیدائش نئی اور نہیں یہ اوپر اللہ کے مشکل"۔

ان علومِ پنجگانہ کے علاوہ قرآن نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و اخلاق اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیش آنے والے بہت سے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ مثلاً غزوات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم 'حجۃ الوداع' ہجرت اور غارِ ثور کا قصہ 'جنات کے قرآن سننے کا ذکر' معراج وغیرہ 'ان واقعات سے بہت سے احکام اور عبرتیں مستنبط ہوتی ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مطہرہ اور اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

دورِ حاضر میں اجتہاد

حافظ نور حکیم جیلانی

مُجتہدین کی اقسام

(۱) مجتہدِ مطلق: مُجتہدِ مطلق کی دو قسمیں ہیں ۔ (ا) مُجتہدِ مطلق مُستقل (ب) مجتہدِ مُطلق غیر مستقل (مُنتسب) ۔

(ا) مُجتہدِ مُطلق مستقل: یہ اصل میں مُجتہدِ مطلق ہی ہوتا ہے اور اس کی تین امتیازی خصوصیات ہیں ۔ (۱) ان اصول و قواعد میں تصرف جن پر اس کے مُجتہدات کی بُنیاد ہے اور جن سے وہ فقہ کا استنباط کرتا ہے (۲) آیات اور احادیث کا تتبع ، ان کے احکام کا علم ، مختلف احادیث کے درمیان جمع وغیرہ اخذ احکام پر تنبیہ (۳) "قرون مشهود لها بالخير" میں جن مسائل کا جواب نہیں دیا گیا ان دلائل کی روشنی میں ان پر گفتگو کرنا اور تصریحات کے ذریعے ان کا جواب معلوم کرنا ۔

مجتہدِ مطلق غیر مستقل (مُنتسب): یہ مُجتہدِ مطلق مُستقل کے بعد کا درجہ ہے اور یہ اپنے شیخ کے اصول کو تسلیم کرتا ہے اور دلائل کے تتبع اور ماخذ پر شب کے سلسلے میں اپنے شیخ کے کلام سے بکثرت استعانت کرتا ہے ۔ مُجتہدِ مستقل کے جو تین امتیازی خصائل ذکر کئے ہیں مجتہدِ مُنتسب ان میں سے پہلی خصلت یعنی اصول و قواعد میں تصرف کے سلسلہ میں مُجتہدِ مستقل کا مُقلد ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مجتہدِ مُنتسب کی آگے دو اقسام ہیں ۔ مُجتہدِ منتسب مُطلق اور مُجتہدِ مُنتسبِ مُقید ۔ ان کی تعریفات اور طریقۂ کار کُتبِ فقہ میں درج ہیں ۔ اسی طرح مجتہد فی المذہب ، مجتہد فی الفتیاء فی المسائل وغیرہ بھی کُتبِ فقہ میں درج ہے ۔ یہ ایک الگ مستقل بحث ہے جن کا اس مضمون کے لئے ضمناً ذکر کر دینا ہی کافی ہے ۔

مجتہد احکام بنانے والا یا احکام کا اظہار کرنے والا:

کئی لوگ (دینی طبقے سے بھی) اجتہاد اور مجتہد کے لئے عجیب الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور ان کے متعلق یہ کہتے رہتے ہیں کہ انھوں نے ایک دین اسلام کے اندر کئی دین بنا لئے ہیں ۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں تفرقہ ہوتا رہتا ہے ۔ تو اس کا جواب

بالصواب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت اچھے طریقے سے دیا ہے اور ائمہ کرام کی عزت و ناموس پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ اپنے ایک مکتوب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

"احکام کی دوسری قسم وہ ہے جو اجتہاد و استنباط کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں اور ان کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ تیسرے احکام وہ ہیں جو کہ نبی علیہ السلام کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کا اظہار نبی سے ہوتا ہے تو مجبوراً ان کو سُنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا اظہار سُنت کی طرف سے ہوا ہے بلکہ اسی طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔ پس سُنت اور قیاس دونوں مظہرِ احکام ہیں۔ (یعنی احکام بنانے والے نہیں ہیں بلکہ احکام کو ظاہر کرنے والے ہیں)۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ایک مُجتہد احکام بناتا نہیں ہے بلکہ صرف احکام کا اظہار اپنے علم کے ذریعے قُرآن سے اخذ کرتا ہے۔ اصل قرآن ہی ہے۔

(مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوم، ترجمہ مولانا سعید احمد نقشبندی)

دورِ حاضر

آج کل کے لوگوں کی حالت سے جو ماحول تشکیل ہوا ہے وہ مادیت، خود غرضی اور خود پسندی، بے حیائی، حکومتی جانبداری جیسے قبیح افعال سے متشکل ہے اور ایسے دور (ماحول) میں جب کہ ہر طرف حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر خرافات ہو رہی ہیں۔ ایک مسلم کو اسلام کے شرعی نظام کے تحت زندگی گذارنا سخت مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی یہ بُنیادی خصوصیت ہے کہ قانونِ شریعت، مُقننِ شریعت، مدرسۂ شریعت حکومت کے زیر سایہ نہیں رہے۔ اور کبھی اگر حکومت کا اثر رہا تو وہ احکامات یا قوانین عوام و خواص میں مقبولیت اور قرار نہیں پا سکے۔ قابلِ عمل وہی احکام اور قوانین رہے جو کہ غلط سیاسی اور حکومتی اثر و نفوذ سے آزاد رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد جیسے نازک مسئلے پر بھی عوام و خواص ان ہی آئمہ کرام کے اقوال اور قوانین پر عمل پیرا ہیں جو کہ دورِ اوّل میں بھی غلط سیاسی اور حکومتی اثر سے محفوظ رہے یا جن کو امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے محفوظ رکھا۔ آج جب کہ اکثر مسلمان چند دینی کتب پڑھنے کے بعد خود کو علامۂ زماں سمجھتے ہیں۔

آج جب ہر یونیورسٹی سے فارغ ہونے والا خود کو پروفیسرز کی صف میں تصور کرتا ہے، آج جب ماحول کی وجہ سے اکثر لوگوں کو دینی عُلوم اور معلومات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، آج جب اکثر لوگ چند روپوں کے لئے اپنے ضمیر کو بیچتے ہیں، کیسے ایک عظیم کام کے لئے جدوجہد کریں؟

آج جب ایک طرف یہ عالم ہے مگر نااُمیدی پھر بھی نہیں کیونکہ لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَّحْمَتِ اللّٰہ (القرآن)۔ دوسری طرف دینی علوم کو زندہ رکھنے والے بھی موجود ہیں اگرچہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں مگر یہ بھی غنیمت ہے۔

یہ علماءِ باعمل ہی ہیں جن کی وجہ سے کچھ دین کی رمق باقی ہے ورنہ تو دین کب کا ختم ہو جاتا اور یہی علماء ہیں جو کہ حکومتی اثر سے محفوظ رہے یا خود کو انہوں نے حکومتی اثر سے محفوظ رکھا جیسے شاہ ولی اللہ مُحدث دہلوی، شاہ عبدالحق مُحدث دہلوی، مُجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، جمال الدین افغانی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، خاصکر امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی، فضلِ حق خیر آبادی، عبدالعلیم صدیقی، سردار احمد فیصل آباد، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف، مولوی غلام جیلانی پشاوری، مولانا گل فقیر احمد صاحب چشتی پشاوری رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اور دیگر مشرق و مغرب میں مُسلمان علماءِ کرام وغیرہ وغیرہ۔ ان علماءِ کرام کے نظریات عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں کیونکہ انہوں نے صرف اور صرف اللہ تعالٰی اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کی خاطر دینی خدمات سرانجام دی ہیں، کسی حکومتی اثر یا غلط سیاسی روش کے لئے نہیں سرانجام دی ہیں۔

دورِ حاضر میں اجتہاد (اصل مسئلہ):

اجتہاد کے مطلق استعمال پر اور اجتہاد کے مطلق بند ہونے پر ائمہ کرام اور علماءِ راسخین نے کوئی حتمی رائے نہیں دی ہے مگر اجتہاد ایک ایسا موضوع ہے جو کہ اس کے ذاتی نام سے کم ہی تعلق رکھتا ہے بلکہ یہ زیادہ تر وقت (TIME) اور مقام (SPACE) سے بحث کرتا ہے۔ بہرحال ائمہ کرام و فقہاء عظام، سلف صالحین نے جو اجتہاد کے متعلق بیان دیا ہے وہ نقل کر دینا کافی ہے۔

فقہاءِ احناف: فقہاء کرام کا ایک طبقہ یعنی احناف کے نزدیک زمانے کا ہر قسم کے مجتہد سے خالی ہونا جائز ہے (التحریر ص ۵۴۶)۔ بحر العلوم لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجتہدِ مطلق تو ائمہ اربعہ کے ساتھ ختم ہو گیا اور بعد کے لوگوں پر ان میں سے کسی ایک کی

تقلید واجب ہے اور علامہ نسفی کے بعد زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے) بحر العلوم نے اس پر سخت جرح کی ہے اور اسے ہوس اور ضلال قرار دیا ہے (فواتح ص ۳۹۹ جلد ۲) جبکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے علامہ سیوطی کے حوالہ سے ابن صلاح نووی اور رافعی کا جو خیال نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

(۱) چونکہ اجتہاد فرضِ کفایہ ہے اس لئے ہر زمانے میں مجتہد کا ہونا ضروری ہے ۔ جبکہ کئی علماءِ کرام اور خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خود کو مجتہدِ منتسب قرار دیتے ہیں اور مجتہدانہ مسائل کا حل پیش کرتے ہیں اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد رضا بریلوی کو جیسا کہ "فتاویٰ رضویہ" جلد اوّل ناشر رضا فاؤنڈیشن میں مجتہدین فی المسائل کا درِ مختار سے حوالہ دیتے ہوئے علماء نے حضرت امام احمد رضا کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے ۔

فقہاءِ حنابلہ : فقہاءِ کرام حنابلہ کے نزدیک کسی نہ کسی مجتہد کا وجود ہر زمانے میں ہونا فرضِ کفایہ ہے ۔

فقہاءِ مالکیہ: فقہاءِ مالکیہ کے نزدیک ہر زمانے میں مجتہد فی المذہب کا وجود ضروری ہے ۔

فقہاءِ شوافع: شوافع میں بعض لوگ احناف کے ساتھ ہیں مثلاً آمدی ، رازی رافعی اور بعض شوافع حنابلہ کے ساتھ مثلاً اُستاد ابُو اسحاق اور زبیری اور بعض کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں مجتہد مُنتسب کا وجود ضروری ہے ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی شوافع کے اسی طبقے کے ساتھ ہیں (اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ)

جمہور فقہاء: لیکن جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اجتہادِ مطلق اور مجتہدِ مطلق جنھوں نے اصول بنائے ہیں چونکہ طبقۂ اوّل اور وقتِ اوّل میں تھے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر ہے اور پھر اس کے بعد کا اور پھر اس کے بعد اور سوادِ اعظم کی اتباع کرو وغیرہ اور انھوں نے ہی ماخذِ احکام اور اصول و قواعد بنائے ہیں ۔ اس لئے اب مجتہدِ مطلق اور اجتہادِ مطلق یا اساسی اجتہاد جس کی بحث اور تعارف پہلے ہو چکی ہے نہ ہو سکے گا ۔ لیکن دوسرے اجتہادات یعنی ذیلی ہوں یا فروعی یا اجماعی اپنے اپنے زمانے اور محلِ اہلیت اور طریقے کے مطابق ہو سکتے ہیں ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور بعض دوسرے اکابر اہل علم نے جو کہا ہے کہ اب ائمہ اربعہ کی رائے کے خلاف کوئی ایسا اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے جس سے کوئی نیا فقہی مذہب معرضِ

وجود میں آئے ۔ وہ اساسی اور مطلق اجتہاد کے متعلق ہے اور ذیلی اجتہاد جس میں اجتہاد اور مجتہد کی تمام شرائط پوری ہوں ضرورت کے تحت کیا جا سکتا ہے ۔

اور طبقہ دوم یا قرونِ وسطیٰ اور متاخرین کا خیال ہے کہ اجتہاد بالکل نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے بھی ان لوگوں کو اجتہاد کر کے ہی ثابت کرنا پڑے گا کہ اجتہاد نہیں ہو سکتا ۔ اجتہاد کا دروازہ بند ہے وغیرہ ۔ اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی بات یہ ہے کہ اب ہر شخص خود مجتہد ہے یا اجتہاد نہیں ہو سکتا دراصل یہ بات اساتذہ سے منقول نہیں ہے بلکہ کم علم لوگوں نے اپنی طرف سے بیان کی ہے ۔ اجتہادِ مطلق یا اساسی اجتہاد جس کی بحث پہلے ہو چکی ہے اس میں تو اجتہاد نہیں ہو سکتا لیکن دیگر اجتہادات کی اقسام میں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے ۔ صرف شرائط ہیں اور اگر وہ شرائط کوئی شخص پوری کر دے تو اجتہاد کی ان اقسام کو کام میں لایا جاسکتا ہے ۔ قرآن کا بھی ارشاد ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی اہل ذکر (علماءِ راسخین) سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ۔

تو علماء مسائلِ احکام کو قرآن و حدیث سے اجتہاد کر کے ہی بتائیں گے اپنی طرف سے تو نہیں بتائیں گے (وہ مسائل جو ان کو صریح نص سے معلوم نہ ہوں) اور پھر جیسے کہ علماءِ اسلام میں کئی علماءِ کرام نے اس اجتہاد، اجتماعی اجتہاد "اجتہاد الجماعۃ" اور انفرادی اجتہاد یعنی "اجتہاد الفرد" میں سے بھی "اجتہاد الجماعۃ" کو اپنانے پر زور دیا ہے اور اصولِ فقہ کا یہ اصول لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان (یعنی تغیر زمان سے تغیر احکام لازم آتا ہے) بھی اجتہاد ذیلی کے کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ موجودہ زمانہ اپنی الگ الگ علتیں رکھتا ہے اور جیسا کہ مشہور حنفی امام ابو یوسف البزدوی نے اپنی اصولِ فقہ کی کتاب میں بیان کیا ہے کہ نیا اجماع پرانے اجماع کو منسوخ کر دیتا ہے (خطبات بہاولپور) ۔ تو اگر ایک اجماع ہو گیا تو پھر وہ اجماع کیوں تبدیل ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی علت بدل جائے گی تو علت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ۔ و ان بدل العلت فبدل الحکم (مفہوم اصول فقہ) زندگی بھی متحرک ہے تو زندگی پر اثر کرنے والے اثرات بھی زندگی کی تحت متحرک رہتے ہیں ۔ اس لئے FORCES OF LIFE اثرات زندگی بدلتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے اجتہاد ناگزیر ہو جاتا ہے ۔ اس لئے مندرجہ بالا تمام حوالوں اور منقولات کے بعد اگر اجتہاد کی ضرورت باقی رہتی ہے تو پھر اجتہاد کے انعقاد پذیر ہونے پر اسلام اور دینی رُجحان کو فروغ حاصل

ہو گا لیکن شرائط وہی ہیں کہ مطلق اجتہاد نہیں بلکہ ذیلی اجتہاد اور وہ بھی شرائط پوری کرنے کے بعد ۔ دراصل ہمارا دور (ماحول) غلامی کے دور کی طرح بنا ہوا ہے جس میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے جبکہ یہ درست نہیں اور دوسری طرف چند لوگ جو کہ اجتہاد اجتہاد کی رٹ لگا رہے ہیں تاکہ وہ اجتہاد کی آڑ میں غلط رسوم کو فروغ دیں یا بیرونی آقاؤں کو خوش کریں ہمارے لئے زیادہ نقصان دہ ہے تو اگر اجتہاد صرف ان لوگوں کے اشارہ پر ہوا تو پھر اللہ حافظ اور اگر ہم نے اپنی ضرورت کے تحت اجتہاد بالکل نہ کیا تو پھر بھی اللہ حافظ۔اس لئے اجتہاد دراصل جیسے کہ علماءِ سلف ِصالحین نے اجتہاد کی سب شرائط کے ساتھ خلوص اور نیت کو بھی شرط رکھا اگر اجتہاد کیا جائے، یہاں اجتہاد سے میری مراد یہی ذیلی اجتہادات ہیں تو پھر مجموعی طور پر اُمت کو فائدہ پہنچے گا اور آج تو الیکٹرانک اور پرنٹڈ میڈیا کا دور ہے اگر تمام دُنیا کے تمام مسلمان کسی مسئلے پر اپنے علاقوں کے مطابق رابطہ کر کے "شورائے خاص" اور "شورائے عام" کے افراد پر مشتمل علماءِ کرام کسی نامعلوم مسئلہ پر ذیلی اجتہاد کرتے ہیں تو اس سے اسلام اور ملت و قوم کو ترقی نصیب ہو گی۔

دراصل مجلس شوریٰ (PARLIAMENT) اور قومی اجتماعیت (NATIONAL ASSEMBLY) اِسی اجتہاد کے لئے ہوتی ہے جو کہ مجتہدینِ اسلام کے لئے اجتہاد کے لئے ہوتی ہے جو کہ مجتہدینِ اسلام کے لئے مل بیٹھ کر اجتہاد کرنے کی جگہ ہوتی ہے ۔ اس لئے دورِ حاضر میں ذیلی اجتہاد شرائط کے تحت کیا جا سکتا ہے اُمت کی بھلائی کے لئے خلوص نیت سے ۔ (ختم شد)

کتابیات

(۱) الارشاد الي مهمات علم الاسناد، شاه ولي الله

(۲) الانصاف في بيان سبب الاختلاف، شاه ولي الله ـ

(۳) آمدي، احكام للامدي، سيف الدين ابو الحسن علي ـ

(۴) ارشاد الفحول الي تحقيق الحق من علم الاصول، علامه محمد شوكاني قاضي ـ

(۵) اصول التشريع الاسلامي، علي حسب الله ـ

(٦) اصول بزدوي ،فخر السلام علي بن محمد۔
(۷) اجتہاد اور اس کا دائرۂ کار قرآن و حدیث (ڈاکٹر طاہر القادری)
(٨) بحر المحيط ،ابن حبان اثير الدين ابو عبد الله محمد الاندلسي۔
(٩) بخاري شريف كتب حديث ،ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخاري۔
(١٠) التحرير في اصول الفقه ،ابن جمال كمال الدين محمد۔
(١١) التقرير و التحبير ،ابن امير الحاج۔
(١٢) التلويح علي التوضيح ،علامه سعد الدين مسعود التفتازاني۔
(١٣) تثير التحرير ،محمد امين الحسيني امير بادشاه۔
(۱۴) ISLAM IN VARIOUS PERSPECTIVE ڈاکٹر محمد طاہر القادری ۔
(١٥) طبقات الفقهاء ،ابن الكمال۔
(١٦) المستصفى من علم الاصول ،ابو حامد محمد الغزالي۔
(۱۷) مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ، مجدد الف ثانی ۔
(١٨) الموافقات ،ابو اسحاق ابراهيم الشاطبي۔
(۱۹) اصول ، اصول فقہ اسلام ، ایم اے ملک ۔

راہِ مستقیم

فیض لودھیانوی مرحوم و مغفور

اختلافاتِ مسائل پر نہ جا
جھوٹ لاکھوں ہیں صداقت ایک ہے
کفر کیا ہے ؟ کارِ بد کا ارتکاب
مردِ مومن ہے وہی جو نیک ہے

شیخ محمد دلاور خان بیدؔل

پشاور کے ایک غیر معروف اُردو شاعر

علاءُ الدین عدیم

شیخ محمد دلاور خان بیدؔل کے والدِ بزرگوار شیخ عبدالقادر سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ اپنی خاندانی وجاہت اور صاحبِ علم و فضل ہونے کے باعث شاہانِ مغلیہ کے دربار میں خاص وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اورنگزیب کے ساتھ جب بابر کی نسل کا ستارہ ماند پڑا تو ملک میں وہ افراتفری مچی کہ الامان۔ کوئی بادشاہ چند برس سے زیادہ تخت پر متمکن نہ ہو سکا۔ اُمراء نے فرمانرواؤں کو معزول کرنا شروع کر دیا اور فتنہ انگیزی نے ملک میں نہایت ابتری اور پریشانی کی فضاء پیدا کر دی۔ سلطنت روز بروز فرو ہوتے ہوتے سمٹتی چلی گئی۔ مرہٹوں، روہیلوں اور قزاقوں نے ملک میں یورش کی۔ بے چاری رعایا کو عجیب مُصیبت کا سامنا تھا وہ نہ بادشاہوں کا جوا گردن سے اتار پھینک سکتی اور نہ خود گوناگوں آفات کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ معاش، رہائش، آرام و آسائش سب کی طرف سے پریشانی دامنگیر تھی۔ اس پر طُرّہ یہ کہ جفا کار عمال نے حکومتِ اعلیٰ کی بازپُرس سے آزاد ہو کر رعایا پر مظالم توڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس پُر آشوب زمانے میں کون تھا جس کو طمانیت قلب حاصل ہو اور جو گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر آرام سے زندگی بسر کرتا۔ چنانچہ جس کا جدھر کو رُخ ہوا چل نکلا، قابل اور سمجھدار لوگوں نے شہر خالی کر دیا، انگریز نے آ کر جب عنانِ حکومت سنبھالی تو شریف النفس اور صاحبِ علم ہستیوں کی کساد بازاری تھی۔ اس عالم میں شیخ عبدالقادر صاحب جیسے انسان کا وجود غنیمت تھا۔ چنانچہ ان کی علمی فضیلت کا لحاظ رکھتے ہوئے انبالہ میں نظامت کا عہدہ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ اسی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں پشاور تبادلہ ہونے پر آپ یہاں پہنچے۔ اس سفر میں ان کی رفیقۂ حیات ساتھ تھیں، خُدا نے ایک فرزند بھی عطا کر رکھا تھا جو ان کی گود میں تھا۔ مگر اٹک کے اِس پار کی آب و ہوا شاید موافق نہ پڑی کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان کی اہلیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے گئیں۔ بچہ ابھی اس قابل نہ تھا کہ ماں بغیر رہ سکتا۔ مجبوراً شیخ عبدالقادر صاحب نے یہاں دوسری شادی کر لی۔ ان کے بطن سے شیخ محمد دلاور

پیدا ہوئے مگر تقریباً سات سال کی عمر میں والدِ بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس کے کچھ روز بعد والدین کے غم میں بڑے بھائی کا انتقال بھی ہو گیا۔

بھائی اور والد کی وفات کے بعد ان کے خاندان میں کوئی اُردو بولنے والا نہ رہا تھا مگر شاید یہ اُردو کے جذب و محبت کا اثر تھا کہ طبیعت شعر و شاعری کی طرف راغب ہوئی۔ مرزا سُلطان دہلوی لکھتے ہیں "پشاور کے شعراء سے وقتاً فوقتاً شیخ محمد دلاور خان بیدل کا تبادلۂ خیالات ہوا کرتا تھا مگر ان کی پیاس نہ بجھتی کیونکہ طبیعت کی بلند پروازی انہیں کسی دوسری طرف اُڑائے لئے جاتی تھی"۔ ۱۹۲۹ء میں جب دوسری بار سہارنپور گئے تو وہ گوہرِ یک دانہ جس کی انہیں تلاش تھا آخر مل گیا۔ حضرت بیدلؔ نے خود اپنے دیوان کے دیباچہ میں شاعری کے بارے میں اپنے تلمذ کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

"آخر امیر الکلام، لسانُ الہند، ادیبِ لبیب مولانا محمد خان صاحب متخلص بہ غریبؔ مرحوم و مغفور دار العلوم سہارنپور کے شرف تلمذ کے باعث ان کے چشمۂ فیض سے میری پیاس بجھی"

ابتداء میں آپ نے کثرت سے غزلیات لکھیں مگر ساتھ ہی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ انہیں کبھی محفوظ رکھنے کا خیال تک نہ کیا۔ غالباً اپنے دل و دماغ میں اس وقت انہیں اتنا ذخیرہ دکھائی دیتا تھا کہ اپنے خیالات کے تلف ہونے کا انہیں کبھی احساس نہ ہوا۔ اس کی تائید حضرت غریبؔ مرحوم کے اس شاملِ دیوان خط سے بھی ہو جاتی ہے جس میں انہوں نے اپنے شاگرد کی لااُبالی طبیعت کے مدِ نظر دیوان مُرتب کرنے کے خیال پر نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پُر خلوص مشورے دیئے۔

جہاں تک بیدلؔ کے کلام کا تعلق ہے اس پر ایک نظر ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس وقت کے ماحول اور ان پر اس کے اثرات کے بارے میں سرسری جائزہ لیا جائے۔ ان کے ایک ہم عصر اور قریبی دوست مرزا دہلوی فرماتے ہیں

"حیرت ہے کہ شیخ صاحب پشاور میں پیدا ہوئے، اُردو، عربی، فارسی کا علم یہیں کے افغان اساتذہ سے حاصل کیا، گھر میں اُردو بولتے تھے۔ ہم جنس ان کے افغانی اور پشاوری میں گفتگو کرنے والے غرضیکہ ظاہراً اُردو میں کمال حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں مگر کلام کو دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعۂ معلّٰی کے محاورات گویا رات دن وردِ زبان تھے"

یہاں مرزا صاحب نے اپنی کوئی خاص رائے پیش نہیں کی اور نہ ہی وہ یہ بتاتے ہیں کہ شیخ صاحب کی اس قادر الکلامی کی اصل وجہ کیا تھی؟ اغلب قیاس یہی ہے کہ بیدؔل اساتذہ کے کلام کے دقیق مطالعہ سے زبان پر عبور رکھنے کے اس درجہ کو پہنچے۔ چھاپہ خانہ ان دنوں ہندوستان میں رواج پا چکا تھا چنانچہ قریب قریب تمام دیوانوں کے مطبوعہ نسخوں کا دستیاب ہونا کوئی امر محال نہ تھا۔ علی الخصوص ان تضمینوں سے جو آپ نے مختلف اساتذہ کے کلام پر قلمبند کی ہیں اس کی داخلی شہادت مل جاتی ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اپنے ریاض اور عرق ریزیٔ مطالعہ سے زبان پر انہوں نے اس قدر عبور حاصل کیا کہ بجا طور پر فخریہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔

بیدؔل تیری غزل کو جو پڑھتے ہیں اہلِ ذوق
اُردو میں ان کو آتا ہے لطفِ زبانِ داغ

زبان کے لحاظ سے بیدؔل نے جس طرح اپنی ذاتی کدوکاوش سے ایک غیر مانوس ماحول پر قدرت حاصل کی تھی اسی طرح خیالات میں رو سے بھی ایک اجنبی فضا میں آنکھ کھولی تھی مگر اپنی ہمت کے باعث اثر آفرینی کا انداز پیدا کیا۔ جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئے وہ اُردو شاعری کے تنزل کا زمانہ تھا، فطرت کی ترجمانی کی بجائے رکیک خیالات و جذبات سے مملو نغموں کا شور تھا۔ اُردو شاعری اصلیت سے کوسوں دُور پڑی دم توڑ رہی تھی۔ پشاور کے شعراء سے جب بیدؔل کا تبادلۂ خیال ہوا تو سفلی جذبات کی غماز شاعری میں ان کی طبیعت نہ لگی، ماحول کی روش سے بالکل مرعوب نہ ہوئے۔ ان شعراء کی تقلید کی بجائے اپنی ڈگر کو انہوں نے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ ایک حسبِ طبع سرپرست نہ مل گیا۔ پشاور کے شعراء کے جمگھٹے میں میں انہوں نے اپنا منفرد اور حقیقی راگ چھیڑا ہے جو انہیں دُوسروں سے مُمتاز کرتا ہے۔

بیدؔل کو صحیح معنوں میں صُوفی شاعر تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے رومؔی اور حافظؔ اور قُدسیؔ و اقبالؔ کی طرح تصوف کے باریک نکات کو اپنا موضوعِ سخن نہیں بنایا۔ البتہ وہ ایک سیدھا سادا باوضع صُوفی منش شاعر ضرور تھا۔ اس کے کلام کی عظمت جذبات عالیہ اور وارداتِ قلبی کی زبان کے محاورہ اور فنی بندشوں کے باوجود بہ احسن ادائیگی میں مضمر ہے۔ سب سے بڑھ کر سادگی جو ہم پٹھانوں کا خاصہ ہے ان کے لفظ لفظ سے ٹپکتی ہے۔

جب اس بُت نے کبھی بیدؔل نہ لکھا | عبث لکھتا ہے تو مردِ خُدا خط

بیدلؔ کی شاعری صرف اس کی اپنی شاعری نہ تھی بلکہ اس کے کلام میں سرحد کے عوام کا دل دھڑک رہا ہے۔ پیر و مُرشد سے حد درجہ عقیدت، پاکیزہ خیالات کا اظہار، مذہب کی طرف میلان، خُدا و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے سچی محبت، سرحد کے طبقہ شرفاء کے یہ سب میلانات و خیالات ان کے ہر شعر میں سانس لیتے ہیں۔ وہ سرکش غیور پٹھانوں کے ماحول میں پروان چڑھے ہوئے ایک تنومند افغان ہیں۔ ان دو اشعار میں دیکھیں کہ ان کی اس جبلت کا سُراغ کہاں تک ملتا ہے۔

گو مشورہ بُرا نہیں تیرا کوئی ندیم
عاشق ہُوں عشق میں نہیں لیتا تیری صلاح

یہاں خطوط اور زیادہ شوخ اور واضح ہیں

تجھ سے لپٹ پڑوں گا شری آدمی ہُوں میں
اے پند گو جو ترکِ محبت کی دی صلاح

غرض بیدلؔ ایک اہم شخصیت تھے جنہوں نے اٹک کے اِس پار پشاور میں شمعِ اُردو کو سربلند رکھا اور اس پہاڑی سنگلاخ خطہ میں چمنِ اُردو کی آبیاری میں کوشاں رہے۔ زبان و ادب کا کوئی مؤرخ ان کی اس حیثیت کو کسی صورت نظر انداز نہیں کر سکتا۔

بقیہ: تفسیر القرآن الحسنیّہ

پڑھ لیا اور زبان سے اقرار کر کے دل سے تصدیق کر لی تو اللہ جل جلالہٗ نے اپنی صفت رحیمیت کا اظہار فرماتے ہوئے ان کی اس گذشتہ آلودگیوں اور گناہوں سے بھری ہوئی زندگی کو معاف فرما دیا وماذالك علي الله بعزيز (اور اللہ تعالیٰ پر یہ بات کوئی گراں نہیں)

اس آیۂ کریمہ میں اب اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جل جلالہٗ جس کے ماننے کی دعوت جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دے رہے ہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے، معبودِ برحق ہے، یکا و تنہا ہے، کوئی اس کا شریک و ہم سر نہیں، کوئی اس کا ہم پایہ نہیں، نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے اور نہ اس سے کوئی جنا گیا ہے، نہ ہی اس کی اولاد ہے۔ وہ مالک و مختار ہے ہر ایک کی آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشیں بر لانے والا ہے۔ موت و حیات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، غرضیکہ وہ ہر چیز کا مالک کل ہے۔ (جاری ہے)

علمِ حدیث میں ایک گرانقدر اضافہ

شاہ محمد غوث اکیڈیمی بصد مسرت اپنے قارئین کی خدمت میں

مُحدثِ کبیر، فقیہہ اعظم، غواصِ بحرِ حقیقت و معرفت، علامہ اجل

حضرت سیّد شاہ مُحمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پشاوری ثُم لاہوری (المتوفی ۱۱۷۳ھ)

کی عالمانہ و عارفانہ شرح صحیح بُخاری (فارسی) بنام

شرحِ غوثیّہ

کا دوسرا پارہ بمع اردو ترجمہ از **حضرت علامّہ سیّد مُحمّد امیر شاہ قادری گیلانی** پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ یہ خزینہ علم و معرفت نہایت دیدہ زیب طباعت میں طلباء، مُحققین اور عُلماء کرام کو حصول علم حدیث کے لئے ایک سنہری موقع فراہم کرتا ہے۔

قیمت علاوہ ڈاک خرچ :	فارسی متن	-/۲۵۰ روپے
	اُردو ترجمہ	-/۲۵۰ روپے
	فارسی متن بمع اُردو ترجمہ	-/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ :-

شاہ محمد غوث اکیڈیمی ۱۳/۱۷، کُوچہ آقا پیر جان یکہ تُوت پشاور